

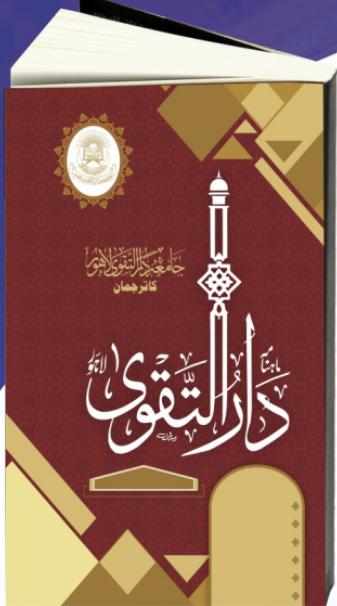


جَامِعَةُ الدِّرْتَقُوْلَاهُو  
کاترجمان

# دَارُ الدِّرْتَقُوْلَاهُو ماہنامہ

محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / اگست ۲۰۲۲ء

- ❖ قوم کو پچھڑواں یوم آزادی مبارک ہو
- ❖ مراد رسول ﷺ، شجاعت کے پیغمبر
- ❖ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
- ❖ صحابہ کریمین اور ایلیت کی قرابت داری
- ❖ موجودہ ملکی حالات اور ہماری ذمہ داریاں
- ❖ تحریک آزادی و قیام پاکستان میں علماء کا کردار



جامعہ دارالتفویٰ الہمہور  
کاترجمان

مسلسل اشاعت کے 8 سال



علمی، دینی و اصلاحی مجلہ

ہر فرد ہر گھر اور ہر طبقے کے لیے حد درجہ مفید

## اج ہی رسالہ لگوائیں

اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کی دینی رہنمائی کرنے پنا فرض سمجھتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ہر موضوع پر انوکھے، اچھوتے اور مضامین منتخب کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ صرف معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ تعمیری مواد فراہم کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ہمارے معاشی اور معاشرتی مسائل کے حقیقی حل کی نشاندہی کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ناصرف آپ کی بلکہ آپ کی فیضی کی ضرورت ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ بچوں کی تربیت، اساتذہ کی ٹریننگ اور بڑوں کے روپوں کی درست رہنمائی کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کے شرعی مسائل کا حل پیش کرتا ہے

سالانہ بیانک جاری ہے  
گھر بیٹھے رسالہ حاصل کرنے کے لئے ابھی رابطہ کریں  
**سالانہ 600 روپے**

**MIB BANK**

بنک اکاؤنٹ نمبر  
1591001820660001

نامخشن اکاؤنٹ

دارالتفویٰ ٹریسٹ

بنک میں پہنچنے کو درکار سید دیے گئے ممبر پر اس ایڈ کریں

## کاروبار کی تشبیہ ربھی اور جامعہ کے ساتھ تعاون بھی

آپ اس رسالے میں اپنے کاروبار کا تشبیہی مواد بھی دے سکتے ہیں

اس کے ساتھ ساتھ اس عظیم کام کی ترویج و اشاعت میں معاون بھی بن سکتے ہیں

اور سالے خرید کر اپنے دوست احباب تک پہنچا سکتے ہیں

**For order & info**  
**0092-304-4167581**

+92-3-222-333-224 [www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org) [ijamiadarultaqwa](http://ijamiadarultaqwa)

Mufti Online +92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس و اکرم مفتی عبدالواحد صاحب حفظہ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ 1

محرم الحرام ۱۴۳۳ھ / ۱۵ اگست 2022ء

جلد 12

## مجالس مشاورت

- حضرت مولانا ناثان صاحب
- حضرت مولانا ناصر شرید صاحب
- حضرت مولانا جبیل الرحمن صاحب

## مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماعیل صاحب
- مولانا ناذوالکفل صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مظلہ

نیپر سرپرستی

حضرت مولانا اویس احمد صاحب مظلہ

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مدیر مسئول

## خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہمال چوبری چوبری پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ مرتضی آرڈر کریں

پینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائشل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرست  
ایم آئی بی (مسلم کرشن پینک)

مقام اشاعت

جامع مسجد الہمال

چوبری چوپارک لاہور

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خریداری کے ختم ہونے کی ملامت ہے

فی شمارہ: 50 روپے  
سالانہ بدل خرچ: 600 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

## فہرست

اگست 2022ء

حرف اولین

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

قوم کو بچھتر وال یوم آزادی مبارک ہو

مقالات مضمونیں

11 مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

محرم اور عاشوراء کی حقیقت

18 مولانا ناذوا کلفل صاحب

مرادر رسول ﷺ، شجاعت کا پیکر

21 مولانا الیاس گھمن

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

27 سفیان علی فاروقی

صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کی قربات داری

34 مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

موجودہ ملکی حالات اور ہماری ذمہ داریاں

43 مولانا شیخ نعمان

میں بھٹک کے اسلامی اصول

48 محمد یوسف شیخنوبوری

تحریک آزادی و قیام پاکستان میں علماء کا کردار

54 مفتی شعیب احمد صاحب

طلباًءِ دین برکتوں کا ذریعہ ہیں

تبصرہ کتب

59 مفتی محمد اسامہ صاحب

مسائل آپ کے مسائل کا حل

61 دارالافتاء والارشاد

## حرف اولیں

### قوم کو 75 والی یوم آزادی مبارک ہو

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتوں میں مستغرق ہو کر ان سے فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت وطن عزیز ہے۔ وطن جو ہمارے لیے ہمارے گھر کی طرح ہوتا ہے۔ جہاں ہم محفوظ ہو کر اور آزادی کے ساتھ اپنے دین اور مذہب کے مطابق زندگی کرنا رہتے ہیں۔ یہ ہمیں ایک پہچان عطا کرتا ہے۔ دنیا کے کسی حصے میں چلے جائیں اسی سے ہماری پہچان ہوتی ہے۔ یہی پہچان انسان کو بہت سارے حقوق دلاتی ہے۔

انسان اپنے ملک کے بے شمار زمینی، آبی اور دیگر وسائل سے استفادہ کرتا ہے۔ یہ وسائل اس کے لیے روز گار بھی فراہم کرتے ہیں اور وہ ان وسائل کے ذریعے اپنے لیے رزق تلاش کرتا ہے، ترقی کی منازل طے کرتا اور ایک اچھی زندگی گزارتا ہے۔ یہ سب ملک عزیز ہی کی بدولت ممکن ہوتا ہے۔ پاکستان رب کائنات کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے، جو رمضان المبارک کی 27 ویں شب کو باری تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوا۔ اللہ پاک کی دوسری نعمتوں کی طرح اس نعمت کی قدر کرنا اور اللہ پاک کا شکر ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔ اس نعمت کا شکر اور قدر دانی کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے باسیوں کی بھلائی کے لیے کوشش رہیں۔ اپنے وطن سے خیرخواہی کا ثبوت دیں، اس کی ترقی اور تعمیر کے لیے کام کریں اور باغیانہ رویہ نہ اپنا کیں اور نہ ہی اغتسار اور فساد کا سبب بنیں۔



پاکستان کا قیام، برطانوی سامراج کے خلاف برصغیر کے مسلمانوں کی دوسرا سال جدوجہد کا حاصل اور شرہ ہے۔ جہاں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام خاص ہے، وہیں ایک تاریخی جدوجہد اور اس میں پیش کی جانے والی پیش بہا قربانیوں کا پھل بھی ہے۔ بظاہر سات سال پر محیط تحریک پاکستان کے نتیجے میں جو ملک عزیز قائم ہوا اس نے سارے مصائب اور خطرات، دشمنوں کی سازشوں اور اپنوں کی کوتا ہیوں اور بے وفا یوں کے باوجود اپنی آزادی کے 75 سال مکمل کر لیے ہیں۔

اللہ کے شکر اور جو کچھ حاصل ہے، اس کی قدر کے پورے احساس کے ساتھ یہ تاریخی لمحہ اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ خلوص اور دیانت سے جائزہ لیں کہ ان 75 برسوں میں ہم نے کیا پایا اور کیا کھو یا؟ تحریک پاکستان کے اصل مقاصد کیا تھے؟ اور پاکستان کا وہ تصور اور مقصد کیا تھا، جس کے حصول کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے جدوجہد کی اور آج ہم اس سے کتنا قریب ہیں اور کتنا اس سے دور ہو گئے ہیں؟ یہ جائزہ دیانت داری سے لیا جانا چاہیے کہ ہماری ثابت کامیابیاں کیا ہیں اور منفی پہلو کون کون سے ہیں اور ان سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے؟ نیز ایک نئے عزم کے ساتھ اصل مقصد کا ادراک اور تفہیم اور اس کے حصول کے لیے صحیح لائجِ عمل اور اس کے لیے موثر اور فیصلہ کن جدوجہد کا عزم وقت کی ضرورت ہے۔

ہماری تقدیر، ہمارا مقدر اور ہمارا مستقبل اسی ملک اور قوم کے ساتھ جڑا ہے۔ یہاں تاریکیاں ہوں گی تو ہم سب کو اس کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہاں نا انصافی اور ظلم ہو گا تو ہم سب کو چاروں ناچار اس کو برداشت کرنا پڑے گا۔ یہاں اچھائیاں ہوں تو بھی سب کو فائدہ ملے گا۔ یہاں امن ہو گا تو ہم سب کو امن نصیب ہو گا۔ یہاں خوشحالی ہو گی تو ہم سب کا اس میں حصہ ہو گا۔ آزادی کا دن ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اس دن سجدہ شکر بجالائیں اور ان شہیدوں کے ایصالِ ثواب کے لئے دعا کریں جنہوں نے محمد علی جناح کی قیادت میں لاکھوں جانوں کے نذر انے دے کر یہ ملک حاصل کیا تاکہ آنے والی نسلیں آزاد فضاؤں میں زندگی گذار سکیں۔



وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے، اللہ کے نبی ﷺ کی اپنے وطن سے محبت کا حال دیکھئے، اپنے وطن کو مختلط کر کے فرماتے ہیں:

”اے مکہ تو کتنی مقدس سر زمین ہے۔۔۔ کتنی بیماری و حرقی ہے میری نظر میں۔۔۔ اگر میری قوم نے مجھے بہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں بہاں سے نہ نکلتا۔“ (ترمذی)

پھر جب آیے صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ تشریف لاتے ہیں تو سرز مین مدینہ کے لئے دعا فرماتے ہیں:

"اے اللہ ہمارے دل میں مدینہ سے ویسی ہی محبت ڈال دے جیسے کہ میں ہے بلکہ اس سے بھی

زیاده۔” (بخاری و مسلم)

قارئین! آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہر گھر کو اپنے اسلاف اور بڑوں کے تذکروں سے مہکائیں اور اپنی نیشنل کوتاریخ اسلام کے اُن عظیم کرداروں سے روشناس کروائیں، جن کی بدولت آج ہم مسلمان بھی ہیں اور آزاد بھی ..... ورنہ خدا خواستہ یہ رہی سبھی آزادی بھی لٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ اللہ نہ

کرے ایسا ہو..... اس سلسلہ میں قرآن مجید ہماری رہنمائی کر رہا ہے:

**الَّذِينَ إِنْ مَكَّنُاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ** (سورة الحجّ رقم الآية 41)

”وہ لوگ اگر ہم انہیں زمین میں کنٹرول دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوہ دیں اور بھلائی کا حکم کریں

اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام ہے۔

قرآن کریم کا کتنا واضح حکم ہے کہ زمین پر کسی کی حکومت قائم ہو جائے تو وہ نظام صلوٰۃ قائم کرے جو اس معاشرے کو تمام قسم کے فحش اور ناجائز کاموں سے پاک کر دے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے تاکہ معاشرے اور سماج کی مکمل بھلائی ہو اور غریبوں کی ضروریات پوری ہوں تاکہ وہ بھوک اور ناداری کی بنیاد پر جرام پیشہ زندگی اختیار نہ کریں۔ امر بالمعروف اور نہیٰ عن المنکر کا یہ چار ہو۔ تاکہ نیکی کی قوتیں غالب اور

بدی کی مغلوب رہیں۔ تینگی پھلے پھولے اور بدی کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ یہ اسلامی فلاحی ریاست کے اوصاف اور خدوخال ہیں۔

امر بالمعروف اور نهى عن المنكر کے فریضہ کو سرانجام دینے میں آج بھی بہت برکت ہے، انسانی ضمیر میں کسی کی اچھی بات کی طرف متوجہ ہونے اور اس کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت آج بھی موجود ہے۔ ملت کا خمیر بخبر اور بانجھ نہیں آج بھی زرخیز ہے۔ اگر فرمان رسول ﷺ کے مطابق معاشرہ کی کشتوں کے پیندے میں سوراخ کرنے والے کا ہاتھ نہیں کپڑیں گے تو معاشرہ ڈوبنے سے کیسے محفوظ رہ سکے گا؟ دفاع پاکستان کے لیے جیسے افواج پاکستان جان ہتھیلی پر رکھ کر دارادا کر رہی ہے پاکستان کے دیگر مقتدر اداروں کو بھی اپنا فرض منصبی نہ جانا ہوگا۔ 14 اگست 2022ء ہمارے لئے یوم تسلیم ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی کے ساتھ یہ موقع عطا فرمایا کہ ہم اُس کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اجتماعی اور شہری زندگی کی تشكیل و تعمیر کریں۔

14 اگست یومِ تجدید عہد ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اجتماعی و انفرادی طور پر یہ عہد کریں کہ کلمے کی بنیاد پر حاصل کئے گئے اس ملک میں حاکمیت صرف اللہ کی ہوگی۔ مملکت کا قانون شریعت کے تابع ہوگا۔ ہم اپنی انفرادی زندگی میں بھی شریعت پر عمل کریں سنتوں کو زندہ کریں بھلائی کے پیغام کو عام کریں۔ منکرات سے خود بھی بچتے ہوئے دوسروں کی بھی فکر کریں۔ اپنی چوبیں گھنٹے کی زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گزارنے اور اپنے اہل و عیال سمیت پوری امت کی فکر لے کر تبلیغ میں وقت گائیں تاکہ دین پوری طرح ہماری زندگیوں میں زندہ ہو جائے۔

جب اس ملک کی اکثریت دین پر آجائے گی تو اکثریت کے منتخب عوامی نمائندے بھی اکثریت عوامی رائے کا احترام کرتے ہوئے فیصلے کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اپنے ملک کو کلمے کی بنیاد پر کھڑا کرنے کا واحد راستہ خود کو بدلنے کے عمل سے گذرتا ہے اور یہی اس دن کا پیغام ہے۔



## علماء و فد کا دورہ افغانستان

افغان حکومت کی دعوت پر پاکستان کے جید علماء کرام کے آٹھ رکنی وفد نے جولائی کے آخری ہفتے میں افغانستان کا دورہ کیا۔ وفد کی سربراہی شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کر رہے تھے۔ وفاق المدارس العربیہ کے سربراہ قاری محمد حنفی جالندھری، حضرت مولانا مختار الدین شاہ صاحب کربو غفرانیف، مولانا محمد طیب پنج پیری اور جمعیت علمائے اسلام (ف) کے سینئر طلحہ محمود بھی وفد میں شامل تھے۔

کابل کے حامد کرزی میں الاقوامی ہوائی اڈے پر طالبان کے سینئر حکام اور افغانستان میں پاکستان کے سفیر منصور احمد خان نے وفد کا استقبال کیا، افغان طالبان نے امدادی کام، معاشی، معاشرتی، اسلامی اقتصاد، تعلیم اور دیگر امور میں مشاورت کیلئے پاکستانی حکومت سے علماء و فد کی درخواست کی تھی لیکن بدقتی سے اس دورے کو متازعہ اور ناکام بنانے کیلئے پاکستان اور افغانستان کے دشمن عناصر نے گمراہ کن پروپیگنڈا کیا جس میں وہ ناکام ہوئے اور علماء و فد کا دورہ کامیاب رہا۔

وفد نے افغانستان کے قائم مقام وزیر اعظم ملا محمد حسن اخوند، وزیر داخلہ سراج الدین حقانی اور وزیر تعلیم سمیت سینئر افغان طالبان رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور دو طرفہ خوشنگوار تعلقات اور مختلف شعبوں میں باہمی تعاون پر گفتگو کی گئی اور لڑکیوں کی تعلیم اور افغان عوام کو اپنے ملک کی تعمیر و ترقی میں شامل کرنے سے متعلق مختلف امور پر تبادلہ خیال ہو۔ علماء کرام نے بتایا کہ افغان حکومت نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ وہ جلد ہی لڑکیوں کے اسکول اور کالج کھویں گے جہاں وہ شرعی قانون کے مطابق تعلیم حاصل کر سکیں گی۔ وفد نے پاکستان کی طرف سے افغان حکومت کو افغانی طلبہ و طالبات کیلئے آن لائن اور چوول نظام تعلیم کی سہولیات کی فراہمی کی پیشکش بھی کی۔

کالعدم تحریک طالبان کے وفد سے بھی علماء کرام نے ملاقاتیں کی۔ ٹی ٹی پی نے مذاکرات کے دوران 8 صفحات پر مشتمل ڈویزیر پاکستانی علماء کے وفد کے حوالے کیا جس میں کالعدم ٹی ٹی پی قیادت کا اہم

نکتہ نظر سامنے آیا کہ ٹی پی پاکستان ڈمن تنظیم ہے اور نہ ہی ملک ڈمن قتوں کے زیر اثر ہے۔ کالعدم ٹی پی کا یہ موقف بھی سامنے آیا کہ قبل کی آزاد حیثیت کو ختم کرنا کسی صورت قبول نہیں، اہم نکات کے مطابق نظریہ پاکستان کو عملی جامہ پہنانا مملکت خداداد پاکستان کی بقا، وحدت، امنیت اور ترقی کا واحد ضامن ہے۔ ٹی پی رہنماؤں کے ساتھ امن مذکورات کے بارے میں، وندنے کہا کہ ان کی ملاقاتیں اچھی رہیں اور وہ ان کے ساتھ امن عمل کی کامیابی کے بارے میں کافی پر امید ہیں۔ افغانستان میں سرکردہ افغان اور پاکستانی طالبان رہنماؤں کے ساتھ ”نتیجہ خیز“ ملاقاتوں کے بعد یہ وفد اپنا دورہ کامل کر کے جمع کے روز وطن واپس پہنچا۔

افغانستان ہمارا ہمسایہ برادر اسلامی ملک ہے جس کے ساتھ ہمارے صدیوں پر انے مذہبی، معاشرتی، تجارتی اور سماجی تعلقات ہیں، افغانستان میں طالبان کی حکومت کو قائم ہوئے طویل عرصہ ہو چکا ہے تا حال کسی اسلامی ریاست سمیت عالمی برادری کا افغان حکومت کو تسلیم نہ کرنا افسوس ناک ہے۔ افغان حکومت کی دعوت پر علماء کرام کا دورہ افغانستان ایک خوش آئندہ عمل ہے، وفاد کا تبادلہ اور ملاقاتوں کا یہ دو طرفہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے، دونوں ریاستوں کے مابین حل طلب تباہات بات چیت اور مذکورات سے ہی حل ہوں گے، جہاں تک ٹی پی کا تعلق ہے تو ہمیں امید ہے وہ علماء کرام کو ما یوس نہیں کریں گے اور ہتھیار پھینک کر وطن عزیز کی تعمیر و ترقی کے لیے قومی دھارے میں شامل ہو جائیں گے۔ اللہ مملکت خداداد کو دن دو گنی رات چونگی ترقی عطا فرمائے اور اندر وہی ویرونی سازشوں سے اس کی حفاظت فرمائے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤول



## محرم اور عاشوراء کی حقیقت

### مفہوم محدثی عثمانی مدظلہ

اما بعد! برباد گان محترم اور برادر ان عزیز

آج محرم کی ساتویں تاریخ ہے اور تین کے بعد ان شا اللہ تعالیٰ عاشوراء کا مقدس آنے والا ہے، یوں تو سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں لیکن اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے پورے سال کے بعض ایام کو خصوصی فضیلت عطا فرمائی ہے اور ان ایام میں کچھ مخصوص احکام مقرر فرمائے ہیں یہ محرم کا بھی ایک ایسا مہینہ ہے جس کو قرآن کریم نے حرمت والا مہینہ قرار دیا ہے، ایک آیت میں یہ بتایا کہ چار مہینے ایسے ہیں جو حرمت والے ہیں ان میں سے ایک محرم کا مہینہ ہے۔

### عاشوراء کا روزہ

خاص طور پر محرم کی دسویں تاریخ جس کو عام طور پر ”عاشوراء“ کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ”دسویں دن“ یہ دن اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا خصوصی طور پر حامل ہے، جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے، اس وقت تک عاشوراء کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا تھا، بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو اس وقت عاشوراء کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کو سنت اور مستحب قرار دیا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ جل شانہ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن روزہ رکھے گا تو اس کے پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، عاشوراء کے روزے کی اتنی بڑی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔



## لیوم عاشوراء ایک مقدس دن ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عاشوراء کے دن کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں نبی کریم ﷺ کے مقدس نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس شہادت کے پیش آنے کی وجہ سے عاشوراء کا دن مقدس اور حرمت والا بن گیا ہے یہ بات صحیح نہیں خود حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں عاشوراء کا دن مقدس سمجھا جاتا تھا اور آپ ﷺ نے اس کے بارے میں احکام بیان فرمائے تھے اور قرآن کریم نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا جب کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو حضور اقدس ﷺ کی وفات کے تقریباً ساٹھ سال کے بعد پیش آیا لہذا یہ بات درست نہیں کہ عاشوراء کی حرمت اس واقعہ کی وجہ سے ہے بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اس روز واقعہ ہونا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مزید فضیلت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کا مرتبہ اس دن عطا فرمایا جو پہلے ہی سے مقدس اور محترم چلا آ رہا ہے بہرحال یہ عاشوراء کا دن ایک مقدس دن ہے۔

## اس دن کی فضیلت کی وجوہات

اس دن کے مقدس ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں اس دن کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے دنوں پر کیا فضیلت دی ہے؟ اور اس دن کا کیا مرتبہ رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ہمیں تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضرت آدمؑ دنیا میں اترے تو وہ عاشوراء کا دن تھا، جب نوحؑ کی کشی طوفان کے بعد خشکی میں اتری تو وہ عاشوراء کا دن تھا، حضرت ابراہیمؑ کو جب آگ میں ڈالا گیا اور اس آگ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے گلزار بنایا تو وہ عاشوراء کا دن تھا اور قیامت بھی عاشوراء کے دن قائم ہو گی یہ باتیں لوگوں میں مشہور ہیں لیکن ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جو یہ بیان کرتی ہو کہ یہ واقعات عاشوراء کے دن پیش آئے تھے۔

## حضرت موسیٰؑ کو فرعون سے نجات ملی

صرف ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ فرعون سے ہوا، اور پھر حضرت موسیٰؑ



دریا کے کنارے پر پہنچ گئے اور پیچھے سے فرعون کا شکر آگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی لاحٹی دریا کے پانی پر ماریں اس کے نتیجے میں دریا میں بارہ راستے بن گئے اور ان راستوں کے ذریعہ حضرت موسیٰ کا شکر دریا کے پار چلا گیا اور جب فرعون دریا کے پاس پہنچا اور اس نے دریا میں خشک راستے دیکھتے تو وہ بھی دریا کے اندر چلا گیا لیکن جب فرعون کا پورا شکر دریا کے پیچے میں پہنچا تو وہ پانی مل گیا اور فرعون اور اس کا پورا شکر غرق ہو گیا، یہ واقعہ عاشوراء کے دن پیش آیا، اس کے بارے میں ایک روایت موجود ہے جو نسبتاً بہتر روایت ہے لیکن اس کے علاوہ جو دوسرے واقعات ہیں ان کے عاشوراء کے دن میں ہونے پر کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

### فضیلت کے اسباب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو فضیلت بخشی بلکہ یہ سب اللہ جل شانہ کے بنائے ہوئے ایام ہیں وہ جس دن کو چاہتے ہیں اپنی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کے لیے منتخب فرمائیتے ہیں وہی اس کی حکمت اور مصلحت کو جانے والے ہیں ہمارے اور آپ کے ادراک سے ماروائے بات ہے اس لیے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

### اس روز سنت والے کام کریں

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اپنی رحمت اور برکت کے نزول کے لیے منتخب کر لیا تو اس کا تقدس یہ ہے کہ اس دن کو اس کام میں استعمال کیا جائے جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہو، سنت کے طور پر اس دن کے لیے صرف ایک حکم دیا گیا ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن میں روزہ رکھنا گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا بس یہ ایک حکم سنت ہے اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

### یہود یوں کی مشاہدہ سے بچیں

اس میں ایک مسئلہ اور بھی ہے وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب بھی عاشوراء کا



دن آتا تو آپ ﷺ روزہ رکھتے لیکن وفات سے پہلے جو عاشوراء کا دن آیا تو آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور ساتھ میں یہ ارشاد فرمایا کہ دس محرم کو ہم مسلمان بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودیوں کے روزہ رکھنے کی وجہ وہی تھی کہ اس دن میں چونکہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ فرعون سے نجات دی تھی اس کے شکرانے کے طور پر یہودی اس دن روزہ رکھتے تھے بہر حال حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ساتھ ہلکی سی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشوراء کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا، 9 محرم یا 11 محرم کا روزہ بھی رکھوں گا تاکہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے۔

### ایک کے بجائے دوروزے رکھیں

لیکن اگلے سال عاشوراء کا دن آنے سے پہلے حضور اقدس ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ ﷺ کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی لیکن چونکہ حضور اقدس ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمادی تھی اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عاشوراء کے روزے میں اس بات کا اہتمام کیا اور 9 یا 11 محرم کا ایک روزہ اور ملاؤں کر رکھا اور اس کو مستحب قرار دیا اور تہا عاشوراء کے روزہ رکھنے کو حضور ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ قرار دیا، یعنی اگر کوئی شخص صرف عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا بلکہ اس کو عاشوراء کے دن روزہ کا ثواب ملے گا لیکن چونکہ آپ ﷺ کی خواہش دوروزے رکھنے کی تھی اس لیے اس خواہش کی تکمیل میں بہتر یہ ہے کہ ایک روزہ اور ملاؤں کر دوروزے رکھ جائیں۔

### عبادت میں بھی مشابہت نہ کریں

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد میں ہمیں ایک سبق اور ملتا ہے وہ یہ کہ غیر مسلموں کے ساتھ ادنی مشابہت بھی حضور اقدس ﷺ نے پسند نہیں فرمائی، حالانکہ وہ مشابہت کسی برے اور ناجائز کام میں نہیں



تھی بلکہ ایک عبادت میں مشاہہت تھی کہ اس دن جو عبادت وہ کر رہے ہم بھی اس دن وہی عبادت کر رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو دین عطا فرمایا ہے وہ سارے ادیان سے ممتاز ہے اور ان پر فوقيت رکھتا ہے لہذا ایک مسلمان کا ظاہر و باطن بھی غیر مسلم سے ممتاز ہونا چاہئے چنانچہ احادیث میں یہ احکام جا بجا ملیں گے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیر مسلموں سے الگ طریقہ اختیار کرو، مثلًا فرمایا۔ خالفو المشرکین (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب فی العمام) یعنی مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں ان سے اپنا ظاہر و باطن الگ رکھو۔

### مشاہہت اختیار کرنے والا انہی میں سے ہے

جب عبادت کے اندر اور بندگی اور نیکی کے کام میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہہت پسند نہیں فرمائی تو دوسرا کاموں میں اگر مسلمان ان کی مشاہہت اختیار کریں تو یہ کتنی بڑی بات ہو گئی اگر یہ مشاہہت جان بوجھ کر اس مقصد سے اختیار کی جائے تاکہ میں ان جیسا نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من تشبیه بقوم فهو منهم (ابوداؤد، کتاب الباس، باب فی لبس اشقرة)

جو شخص کسی قوم کی مشاہہت اختیار کرے وہ اسی قوم کے اندر داخل ہے مثلًا اگر کوئی شخص انگریزوں کا طریقہ اس لیے اختیار کرے تاکہ میں دکھنے میں انگریز نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر دل میں یہ نیت نہیں ہے کہ میں ان جیسا نظر آؤں بلکہ ویسے ہی مشاہہت اختیار کر لی تو یہ مکروہ ضرور ہے۔

### غیر مسلموں کی نقلی چھوڑ دیں

افسوں ہے کہ آج مسلمانوں کو اس حکم کا خیال اور پاس نہیں رہا اپنے طریقہ کار میں، وضع قطع میں، لباس پوشانک میں، اٹھنے بیٹھنے کے انداز میں، کھانے پینے کے طریقوں میں، زندگی کے ہر کام میں ہم نے غیر مسلموں کے ساتھ مشاہہت اختیار کر لی ہے ان کی طرح کا لباس پہن رہے ہیں، ان کی زندگی کی طرح



اپنی زندگی کا نظام بناتے ہیں، ان کی طرح کھاتے پیتے ہیں، ان کی زندگی کے ہر کام میں ان کی نقلی کو ہم نے ایک فیشن بنالیا ہے، آپ اندازہ کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے میں یہودیوں کے ساتھ مشاہد کو پسند نہیں فرمایا اس سے سبق ملتا ہے کہ ہم زندگی کے دوسرا شعبوں میں غیر مسلموں کی جونقلی اختیار کر رکھی ہے خدا کے لئے اس کو چھوڑ دیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نقلی کریں، ان لوگوں کی نقلی مت کریں جو روزانہ تمہاری پیٹائی کرتے ہیں، جنہوں نے تم پر ظلم اور استبداد کا شکنجه کسا ہوا ہے، جو تمہیں انسانی حقوق دینے کو تیار نہیں، ان کی نقلی کر کے آخر تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ ہاں دنیا میں بھی ذلت ہوگی اور آخرت میں رسوائی ہوگی، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے آمین۔

### عاشراء کے روز دوسرے اعمال ثابت نہیں

بہر حال اس مشاہد سے بچتے ہوئے عاشوراء کا روزہ رکھنا بڑی فضیلت کا کام ہے، عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم تو برحق ہے لیکن روزے کے علاوہ عاشوراء کے دن لوگوں نے جو اور اعمال اختیار کر رکھے ہیں ان کی قرآن کریم اور سنت میں کوئی بنیاد نہیں مثلاً بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عاشوراء کے دن کچھڑا پکنا ضروری ہے اگر کچھڑا نہیں پکایا تو عاشوراء کی فضیلت ہی حاصل نہیں ہوگی اس قسم کی کوئی بات نہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میان فرمائی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے اور برزگان دین نے اس پر عمل کیا صدیوں تک اس عمل کا کہیں وجود نہیں ملتا۔

ہاں ایک ضعیف اور کمزور حدیث ہے، مضبوط حدیث نہیں اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھروالوں پر اور ان لوگوں پر جو اس کے عیال میں ہیں مثلاً اس کے بیوی بچے، گھر کے ملازم وغیرہ ان کو عام دنوں کے مقابلے میں عمدہ اور اچھا کھانا کھلانے اور کھانے میں وسعت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت عطا فرمائیں گے یہ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی



رحمت سے امید ہے کہ اس عمل پر جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ ان شاء اللہ حاصل ہو گی لہذا اس دن گھروالوں پر کھانے میں وسعت کرنی چاہئے اس کے آگے لوگوں نے جو چیزیں اپنی طرف سے گھٹلی ہیں ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

### گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم مت کرو

قرآن کریم نے جہاں حرمت والے مہینوں کا ذکر فرمایا ہے اس جگہ پر ایک عجیب جملہ یہ

ارشاد فرمادیا کہ

### فلا تظلموا فيهن انفسكم (سورۃ توبہ آیت 36)

یعنی حرمت والے مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، ظلم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان مہینوں میں گناہوں سے پچھو، بدعاات اور منکرات سے پچھو، چونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں جانتے تھے کہ ان حرمت والے مہینوں میں لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں گے اور اپنی طرف سے عبادت کے طریقے گھٹ کران پر عمل کرنا شروع کر دیں گے اس لیے فرمایا کہ اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

### دوسروں کی مجالس میں شرکت مت کرو

شیعہ حضرات اس مہینے میں جو کچھ کرتے ہیں وہ اپنے مسلک کے مطابق کرتے ہیں لیکن بہت سے اہل سنت حضرات بھی ایسی مجملوں میں اور تعریفوں میں اور ان کاموں میں شرکیک ہو جاتے ہیں جو بدعت اور منکر کی تعریف میں آجاتے ہیں قرآن کریم نے تو صاف حکم دیدیا کہ ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو بلکہ ان اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور اس کے ذکر میں اور اس کے لیے روزہ رکھنے میں اور اس کی طرف رجوع کرنے میں اور اس سے دعائیں کرنے میں صرف کرو اور ان فضولیات سے اپنے آپ کو بچاؤ، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مہینے کی حرمت اور عاشوراء کی حرمت اور عظمت سے فائدہ اٹھانے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کے مطابق اس دن کو گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



مرادر رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شَجَاعَتْ كَا پِيکر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

مولانا ذوالکفل صاحب

عرب کا بیباں ہے، ایک لڑکا چند بکریوں کو لیے جنگل میں چرانے جاتا ہے۔۔۔ واپس آتا ہے تو باپ سے ڈانٹ پڑتی ہے کہ اتنی عمر ہو گئی ابھی تک صحیح سے بکریاں بھی چرانے نہیں آتیں۔۔۔ وہ لڑکا اپنی کچھی عمر سے جوانی کی خوشما دلیل پر قدم رکھتا ہے، عرب کے عام دستور کے برخلاف وہ پڑھنا لکھنا بھی سیکھتا ہے اور اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے سپہ گری کے فنون سے بھی خود کو آراستہ کرتا ہے۔ جرات و بہادری کو یاد کرتے ہوئے عرب اسے صاف اول میں دیکھتے ہیں۔۔۔ شیر کا دل ہے اور پہاڑوں کا حوصلہ، عقاب کی نظریں ہیں اور بلا کی فراست۔۔۔ کعبہ کا صحن ہے اور کچھ سرداران عرب اس بات کا مشورہ کر رہے ہیں کہ کس طرح نور نبوت کے سیل روائی کو بند کیا جائے۔۔۔ ایک نے کہا کہ ابن عبد اللہ کو ہی رستے سے ہٹا دیا جائے (نوعز باللہ) ارے واہ واہ۔۔۔ لیکن یہ کرے گا کون۔۔۔؟ ایک جانب سے اسی جوان کی گرجدار آواز آتی ہے کہ میں کروں گا۔۔۔ سب کہنے لگے کہ ہاں ہاں یہ کر بھی صرف تم ہی سکتے ہو۔۔۔ اب گھر کی جانب رخ ہے، جسم پر تھیار سچ کچے ہیں، تلوار نیام سے باہر نکل کر چاندی کی طرح اس کے آہنی ہاتھوں میں چمک رہی ہے، ارادہ ہے کہ عبد اللہ کے سپوت کو آج اس دامن حیات سے الگ کرنا ہے لیکن تقدیر میں لکھا جا چکا کہ آج اس جوان نے خود اسی کے دامن عزیز کا تاحیات ہو رہا ہے۔۔۔

کچھ ہی لمحے بعد یہ جوان دارا رقم میں ستارہ بن ایک چاند کی چاندنی پر فدا ہو جاتا ہے اور یہ محبت اس حد تک جاتی ہے کہ چالیس سے ترقی ہوتے ہوتے دوسرے نمبر پر آ جاتا ہے۔۔۔ پھر کوئی موقع ہو یہ جوان ہمت و استقلال، بہادری و شجاعت، صبر و استقامت، جرات و عزیمت کی اپنی مثال آیے بننے لگا۔۔۔



مکہ چھوڑا تو مدینہ کی طرف جانے سے پہلے سارے شہروار ان عرب کو سر عام بتا کر نکلا۔ کسی مائی کے لعل کی جرات نہ ہوئی کہ رستہ روکتا۔۔۔ مدینہ پہنچا تو دس سال تک والی شیرب کے ساتھ وفا کی وہ داستان رقم کی کہ ماہتاب مدینہ نے تا قیامت قدموں میں سلانا پسند کیا۔۔۔ تاجدار حرم کے وصال کے بعد رفیق نبوت، خلیفہ بلا فصل، ابو قافہ کے بیٹے کے ساتھ شانہ بشانہ چل کر بناء اسلام کو اس حد تک مضبوط اور مربوط کر دیا کہ کفر و ضلالت دم توڑتے محسوس ہونے لگے آخر کار اڑھائی سال کے بعد بارگاہ ایزدی سے اس جوان کا بطور خلیفہ کے انتخاب ہوا اور صرف سرتسلیم ختم کرنے والوں کو ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کو کردار کا ایک ایسا دل نشیں مجسم نمونہ بخشش میں ملا جو باد بہاری بن کر عراق و شام پر چھا گیا۔۔۔ مدینہ کے درود یوار سے انصاف کا طوطی بولنے لگا اور ساری زمین اس مرد مجاہد کی زیر کی وفراست کے گن گانے لگی۔۔۔ وفاتی حکومت کو چلانا ہو یا فوج میں اصلاحات کا معاملہ ہو، دار الحکومت کو سنن جانا ہو یا پوری سلطنت کے شعبہ جات قائم کرنے ہوں، ہر ایک معاملے میں یزاداں کی عنایت برابر اسکے ساتھ رہتی۔۔۔ جی یہ وہی جوان ہے جسکی جرات و حیثیت کا سارا عرب معرف تھا، یہ وہی ہے جسے شاہ بطيحا کہتے ہیں کہ اگر میرے بعد خدائے بزرگ و برتر کو اپنا کوئی نیا پیامبر بھیجنा ہوتا تو ضرور تمہارا انتخاب ہوتا۔۔۔ یہ وہی بچپن میں ڈانٹ کھانے والا بچہ ہے جس کی زبان پر خدا اب اپنے احکامات اتنا ردیتا ہے۔۔۔

تحوڑا آگے چلیے۔۔۔ یہ دیکھیے یہ جوان جواب دھیرے دھیرے شباب کی دلیز کو چھوڑ رہا ہے، اندھیری رات میں اپنے غلام کے ساتھ جنگل میں نو وار لوگوں کی خبر گیری کے لیے گشت کر رہا ہے، ادھر نظر کیجیے اس کے کندھے پر ایک آٹے، کچور اور کھانے کی اشیاء سے لدی ایک بوری ہے جسے وہ جنگل میں ایک عورت اور اسکے معصوم بچوں کے لیے لے جا رہا ہے اور غلام کے اصرار پر کہ رہا ہے کہ نہیں اسے میری کمر پر ہی رکھ دے، کیا قیامت میں میرے بوجھ کو تو اٹھائے گا اسے میں ہی اٹھاؤں گا۔۔۔ جی وہی جسے فرات کنارے ایک کتے کے مرنے پر بھی بارگاہ ایزدی میں اپنی پوچھ چکھ کا ڈر ہے۔۔۔ کچھ اور آگے بڑھیے۔۔۔ یہ مرد قلندر ایران پر بر سنبھال کے بعد فلسطین میں قبلہ اول کا رخ کرتا ہے تو ارض مقدس میں داخلے کے وقت خود پیادہ ہوتا ہے اور غلام سوار، جسکے قدموں میں بیت المقدس کی چاپیاں رکھ دی جاتی



ہیں۔۔۔ یہ وہی خدا کا چینیدہ ہے جو بائیکس لاکھ مرلے میل پر حکومت کے باوجود بھی سترہ پیوند لگے کرتے کو پہنے ہوئے ہے۔۔۔ یہ وہی تو ہے جسے امیر حرم نے دعا میں مانگا تھا، جسے ابوطالب کے بیٹے نے اپنی لخت جگر دی تھی، جس کے اپنے جگر گوشہ کو خدا نے اپنے برگزیدہ بندے کے لیے پسند کیا تھا۔۔۔ جس کے رستے میں آنے کی شیطان کو بھی جرات نہیں ہوتی، جو سینکڑوں میل دور قوت ایمانی سے "یا ساریۃ! الجبل الجبل" کا نعرہ مستانہ بلند کر دیتا تھا۔۔۔

آج اسکا یوم شہادت ہے کفر آج بھی اس سے لرزائ ہے۔۔۔ وہ خطاب کا بیٹا، اسلام کی شان، مراد رسول، خلیفہ برحق، امام عادل، فارق بین الحق والباطل عمر فاروق ہے۔۔۔ اے عمر۔۔۔ تم پر خدا کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔ تم اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ سب سے مقدس جگہ پر آرام فرماء ہو۔۔۔ وہ تمہیں اپنے پہلو میں سلاٹے ہوئے ہیں۔۔۔ خدامی یzel ہر آن تمہاری مرقد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین۔۔۔ شکر یہ اے عمر۔۔۔ دل و جان تم پر فدا اے اسلام کے امین۔۔۔ ہماری روحیں تمہارے قدم کی مٹی پر قربان اے مراد رسول۔۔۔ ہمارے قلب و جگہ اس لمح پر نثار جس میں تم نے آخری پھیلی لی۔۔۔ کاش کہ تماری قبر پر ہمارے آنسوؤں کی لیپ ہوتی اے فاروق عظیم۔۔۔

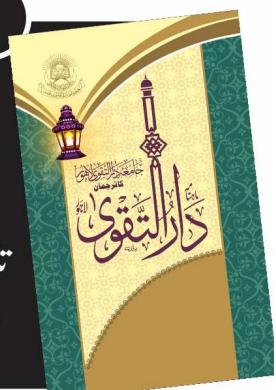
رضی اللہ عنہ وارضاہ



ہر ماہ با تاعدگی سے شائع ہونے والا

## ترتیبی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجبر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی  
موثر تشهیر کے لئے ماہنامہ دارالتفوی کا انتخاب کریں



## حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

### حالات، مناقب اور شہادت

#### حضرت مولانا محمد الیاس گھسن صاحب

اے اللہ! میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت فرمائیں اور اس شخص سے محبت فرمائیں جو ان سے محبت کرتا ہے (المدیث) بہرتوں کے ٹھنڈن سفر کو طے کیے چار برس کا عرصہ بیت چکا تھا، شعبان المعظم کے پانچویں روز خانوادہ نبوت میں جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ بتوں رضی اللہ عنہما کی گود میں ایسے لعل نے جنم لیا جو صبر و استقلال، عزیمت و شجاعت، ہمت و جوانمردی، بصیرت و فراست کا استعارہ بن گیا۔ جسے دنیا نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک نام سے یاد کرتی ہے۔ ولادت باسعادت کے بعد جب آپ کو اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔ بے پناہ محبت کا اظہار فرمایا، وہن مبارک سے کجھور چبا کر تحسین کی فرمائی اور برکت کے لیے اپنے لعاب وہن کو نواسے کے منہ میں ڈالا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک میں نبی علی کا لہو پہلے سے گردش کر رہا تھا اب گٹھی بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کی مل گئی۔

نام مبارک ”حسین“ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے کانوں میں توحید و رسالت، فلاح و کامیابی، اطاعت و عبادت کا پہلا درس (یعنی اذان و اقامۃ) بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ساتویں دن سر کے بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتروائے، بالوں کی تعداد کے برابر چاندی بھی آپ ہی نے خیرات کی، عقیقۃ بھی آپ نے ہی کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا ختنہ کیا گیا۔ سیرت نگاروں اور تاریخ نویسون نے محدثین کی تحقیق کو مدار بنا کر آپ رضی اللہ عنہ کے حلیہ مبارک کا یوں نقشہ کھینچا ہے: آپ انتہائی خوبصورت، ذہانت



وذکاوت آپ کے چہرے پر جھلکتی ہوئی، قوت و شجاعت کے پیکر اور غیر معمولی خوبیوں کے مالک تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت حسین بن علیؑ کا جسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے بہت مشابہ تر رکھتا ہے۔ بلکہ خود حضرت علیؑ سے مردی ہے: حضرت حسن بن علیؑ کا جسم مبارک اوپر والے نصف حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ملتا جلتا تھا جبکہ حضرت حسین بن علیؑ کی یونچے والے نصف حصے کی ساخت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم القدس سے مشابہ تھی۔

اس مشابہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر فقط جسم کے ظاہری اعضاء تک ہی محدود نہ تھا بلکہ روحانی طور پر بھی اس کے گھرے اثرات تھے آپ کا چال چلن، گفتار فقار، جلوٹ خلوٹ، قول عمل، ایثار و ہمدردی، عادات و اطوار، خوش خلقی، حسن سلوک، مروت رواداری، شجاعت و عزیمت، دوراندیشی و فراست، حکمت و دانائی، علم و تقویٰ، زہدو درع، خشیت ولہیت، محبت و معرفت خداوندی الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و عمدہ اوصاف کا مکمل مظہر تھے۔

ان اوصاف کو دیکھتے ہوئے حضرت حذیفہ بن علیؑ سے مردی ایک حدیث میں ہے کہ باذن الہی ایک فرشتہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں عرض کرنے لگا: ”حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار بنائے جائیں گے۔“ فرشتہ کی یہ بات خدائے ذوالجلال کی محبت کی عکاس ہے اللہ کریم اپنے ان دو اولیاء کو جنت کے نوجوانوں کے سردار بنائیں گے۔

رسول اللہ کو بھی آپ سے بے پناہ محبت تھی جس کا آپ نے مختلف مقامات پر اظہار بھی فرمایا۔

1: صحیح مسلم میں ام المؤمنین زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوکبر صدیق شیخہ فرماتی ہیں کہ ایک روز صحیح تڑ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونی میقش چادر اور ٹھہرے ہوئے تشریف لائے۔ اتفاق سے حضرت حسن بن علیؑ بھی وہاں آنکھے آپ نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا پھر یکے بعد دیگرے حضرت حسین بن علیؑ، حضرت فاطمہ بنی علی اور حضرت علی الملقی شیخہ بھی تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اپنی چادر میں جمع فرمایا اور قرآن کریم کی آیت مبارکہ



انما يرید اللہ لیذ هب عنکم الرجس اهل الہیت و یطھر کم تطھیرا۔  
تلاوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھروالو! تم کو معصیت و نافرمانی کی گندگی سے دور رکھے اور تم کو ظاہر اور باطنًا عقیدۃ و عملًا و خلقاً پاک صاف رکھے۔ حکیم الامم مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں ایک ازواج دوسرے عترت۔ خصوصیت قرآن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی ہو سکتا ہے۔

2: صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عراقی نے ان سے پوچھا کہ کیا حالتِ احرام میں مکھی مارنا جائز ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عراقیوں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر ڈالا اب کھی مارنے کے احکام پوچھنے لگ گئے ہیں؟ یاد رکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
حسن و حسین دنیا میں میرے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔

حدیث مبارک میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پھول قلب و نظر کو سرور اور دماغ کو فرحت بخشدتا ہے۔ ایسے ہی ان پھولوں سے نبی کے قلب و نظر کو سرور اور دماغ کو فرحت و تازگی ملتی ہے۔

3: جامع الترمذی میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لاڈلی صاحبزادی حضرت فاطمہ بنت عقبہ سے اکثر فرمایا کرتے تھے: حسین کو میرے پاس بھیجو تو کہ میں ان کو اپنے سینے سے لگاؤں اور پیار کروں۔

4: جامع الترمذی میں حضرت اسامة بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت فرمائیں اور اس شخص سے محبت فرمائیں جوان سے محبت کرتا ہے۔

5: جامع الترمذی میں حضرت یعلیٰ بن مرحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین میری اولاد ہے اور میرا حسین سے خصوصی تعلق ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتے ہیں جو حسین سے دعویٰ محبت میں عملًا سچا ہو۔

نوٹ: جلیل القدر محدث ملا علی قاری فرماتے ہیں: حدیث پاک کی مراد یہ ہے کہ حسین کریمین ان تمام لوگوں میں افضل ہیں جو عالم شباب (جوانی) میں انتقال کر گئے اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ



حسین کریمین بھی جوانی میں دنیا سے کوچ فرمائے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جیسے نوجوان مرد و جوان اور جوانی والے کام سرانجام دیتے ہیں ایسے ہی حسین کریمین نے کارناٹے سرانجام دیے ہیں۔ اسلام کی تعلیم میں نہ افراط نہ تفریط بلکہ اعتدال ہی اعتدال ہے، بعض لوگوں کو حدیث مذکورہ بالا سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ شاید حسین کریمین کا مقام، مرتبہ اور درجہ خلفاء راشدین (ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم) سے زیادہ ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ جامع الترمذی میں حضرت انس بن میتھ سے مردی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء ورسل کے علاوہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم ان تمام اولین و آخرین جنتی لوگوں کے سردار ہیں جو بڑی عمر میں انتقال کر گئے اور حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہم بھی بڑی عمر میں دارفانی سے کوچ کر گئے تھے اس لحاظ سے حضرات شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم) حسین کریمین کے بھی سردار ہوئے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والہایہ میں حضرت بریدہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ حسین کریمین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد ان سے بھی زیادہ فضیلت والے ہیں۔ ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ خلفاء راشدین کا مقام و مرتبہ حضرات حسین کریمین سے بھی بلند ہے۔ وہیں اسلام میں فرق مراتب رسولوں کے مابین بھی ملحوظ ہے اور حضرات صحابہ و اہل بیت کے درمیان بھی مسلسلہ حقیقت ہے۔

### مظلومانہ شہادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب اہل کوفہ کے پر زور اصرار پر رخت سفر باندھنے کا ارادہ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہی نے خیرخواہانہ طور پر جانے سے روکا۔ مگر چونکہ آپ سفر کا عزم کر چکے تھے اس لیے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ نے اپنے چچازادہ برادر مسلم بن عقیل کو کوفہ میں قاصد بناء کر بھیجا۔ تاکہ وہاں کے حالات دیکھیں اور ہمیں مطلع کریں کہ اگر حالات درست ہوں تو ہم یہ سفر اختیار کریں۔

جب مسلم بن عقیل کو کوفہ پہنچے تو بارہ ہزار کو فیوں نے آپ کی بیعت کی۔ ان حالات کے پیش نظر آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ حالات سازگار ہیں آپ تشریف لا نکیں۔ حضرت حسین سفر ہی



میں تھے کہ اطلاع میں کہ عبید اللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر سن کر رفقاء سفر نے قصاص لئے بغیر جانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ قافلہ روانہ ہوا۔ مقام قادسیہ سے کچھ آگے پہنچا تو حربن یزید ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اسے اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ حضرت حسین بن علیؑ کو من ان کے لشکر کے گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ حضرت حسین بن علیؑ نے یہ مظہر دیکھ کر اس کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے خود ہی خطوط لکھ کر مجھے بلوایا ہے، اب دغabaزی کیوں کرتے ہو؟ پھر آپ نے تمام خطوط اس کو دکھائے تو حربن یزید نے آپ کو ڈھنکی آمیر لجھے میں کہا:

”جنگ سے باز رہو! بصورت دیگر قتل کر دیے جاؤ گے۔“

یہ سن کر ابن علیؑ نے فرمایا: میں روانہ ہوتا ہوں اور نوجوان مرد کیلئے موت کوئی ذلت نہیں ہے، جب کہ اس کی نیت حق ہو اور راہِ اسلام میں جہاد کرنے والا ہو، پھر آپ نے دوسرا قاصد روانہ کیا جس کا نام قیس بن مسحر تھا، ابن زیاد نے اس کو بھی قتل کروادیا جب اس بات کی خبر حضرت حسین بن علیؑ کو ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

بالآخر آپ بہت طویل مسافت طے کر کے 2 محرم 60ھ میں میدان کر بلا میں پہنچ گئے۔ ادھر ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر میدان جنگ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب اس کی آپ سے ملاقات ہوئی تو آمد کا مقصد پوچھا، تو حضرت حسین بن علیؑ نے عمر بن سعد کے سامنے ایک پیشکش کی آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لیں:

1: میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں مجھے جانے دیا جائے تاکہ وہاں خود اسلام کی حفاظت کر سکوں۔

2: میں مدینہ منورہ کی طرف چلا جاؤں مجھے واپس جانے دیا جائے۔

3: مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید سے اس معاملہ میں بال مشافہ بات کر سکوں۔ عمر بن سعد نے اس بات کو قبول کیا اور ابن زیاد کو یہ پیش کش لکھ بھیجی جس کے نتیجہ میں ابن زیاد نے حکم بھیجا کہ میں صرف ایک بات قبول کرتا ہوں کہ حسین بن علیؑ اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہماری اطاعت کر لیں۔ حضرت



حسین بن علیؑ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اپنے تبعین کو نہایت پر جوش انداز میں خطبہ دیا۔ تمام رفقاء نے وفاداری کا بھرپور لیقین دلا یا۔ رات تمام حضرات نے اپنے رب کے حضور آہ زاری کرتے ہوئے گزار دی۔ دشمن کے مسلح سوار ساری رات خیموں کے گرد گھومتے رہے۔ آخر دن محرم کو فجر کی نماز کے بعد حضرت حسین بن علیؑ نے اپنے اصحاب کی صفائی قائم کیں جن کی کل تعداد 72 تھی۔ میدان کربلا میں عمر بن سعد اپنے اشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اس طرح باقاعدہ اٹھائی شروع ہو گئی۔

دونوں طرف سے ہلاکتیں اور شہادتیں ہوتی رہیں۔ آخر کار دغا بازوں کا اشکر حاوی ہوا۔ نتیجتاً حضرت حسین بن علیؑ کا خیمه جلا دیا گیا۔ دشمنوں نے انتہائی سفا کی اور بیدردی سے معصوم بچوں کو بھی خون میں نہلانے سے دریغ نہ کیا۔ چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا جب زرعہ بن شریک نے نواسہ رسول ﷺ کے بائیں کندھے پر توار کا وار کیا، کمزوری سے پیچھے کی طرف ہٹے تو سنان بن ابی عمرو بن انس خنی نے نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے خاتون جنت کے نور نظر کو ذبح کر دیا۔ سرتن سے جدا کر دیا۔

اس خون ریز مرکہ میں حضرت حسین بن علیؑ کے 72 ساتھی شہید اور کوفیوں کے 88 آدمی قتل ہوئے۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ حضرت حسین بن علیؑ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے انتہائی گستاخی کر کے چھڑی کے ذریعے نواسہ رسول ﷺ کے ہونٹوں کو چھیڑ کر جسد خاکی کی تو ہیں کی اور یزید کو لکھ بھیجا کہ میں نے حسین بن علیؑ کا سر قلم کر دیا ہے۔

جنت اپنے سردار کی راہ تک رہی تھی، دسویں محرم کے ڈھلتے سورج نے انسانیت کی تاریخ کا یہ درناک واقعہ دیکھا جس کو خون سے رنگیں دھرتی نے اپنے سینے پر ہمیشہ کیلئے نقش کر دیا نوجوانان جنت کے سردار اور خانہ نبوت کے چشم و چراغ نے اپنے خون سے شجر اسلام کو سیراب کر کے انہٹ داستان رقم کی جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل را ہے



## صحابہ کرام اور اہلیت عظام ﷺ

### کی قرابت داری، محبت اور احترام

**سفیان علی فاروقی**

نبوت کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے، انسانیت کے ماتھے کا جھومر، قرآن کے اوپر مخاطب، نبی کریم ﷺ پر فدا ہونے والے جاثر اور فرماں بردار، اولئک هم الراشدون، اولئک هم الفائزون، اولئک هم المومنوں حقاً، رضی اللہ عنہم و رضو عنہ کے حقیقی مصدق، ایک ہی چھت کے نیچے بیٹھ کر نبوت سے مستفید ہونے والے، غزادت میں ایک دوسرے کی خاطر خود کو ڈھال بنانے والے، ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک، ایک دوسرے کا بہترین دلاسہ، ایک دوسرے سے دین سکھنے اور سمجھنے والے، رحماء بینہم کی عملی تفسیر اور تشریح، نبوت کی پہلی درسگاہ سے اکھٹے اکتساب فیض کرنے والے، نبوی بشارات کے انعام یافتہ، پروردگار عالم کی طرف سے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے بہترین محافظ اور معتقدین، نبوی ارشادات کی مجسم صورت، ایک دوسرے کے احترام، محبت، مودت، غم خواری کا معیار، احکام الہی اور اسلامی تعلیمات پر من و عن عمل کرنے والے، کفر کے خلاف سیسیہ پلائی دیوار اور آپس میں باہم شیر و شکر صحابہ کرام اور اہلیت عظام ﷺ کی قدسی صفات جماعت تھی۔

ان میں سے کسی ایک پر بھی اگر سب و شتم کیا جائے تو نعوذ باللہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ نبی کریم ﷺ کی



محنت را بگال گئی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لیک انبہوں نے ہی کہی، یہی کٹ مر نے کوتیر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں اور یہ اس کی عملی تفسیر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے باہمی تعلقات، عزت و احترام، آپسی احترام، باہمی فکرمندی اور خیرخواہی کے جذبات کے متعلق جو کچھ فرمایا انہوں نے بغیر کسی لیت و عل کے من و عن و لیے، ہی عمل کیا اور قیامت کی صبح تک تمام انسانیت کے لئے عملی نمونہ بن گئے۔

یہ تحریر ایک تحریر نہیں بلکہ ایک آئینہ ہے جو آج کل کے مسلمانوں کے سامنے رکھا جا رہا ہے کہ کیسے مشکل حالات میں مل جل کر مقابلہ کیا جاتا ہے، کیسے اپنے فطرتی اختلافات کو اپنی قوت بنایا جاتا ہے، کیسے متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے، کیسے دین اسلام کی سر بلندی کو مقصود حیات بنا کر دنیا میں غلبہ حاصل کیا جاتا ہے، کیسے ایک دوسرا کا احترام کیا جاتا ہے، کیسے ایک ایسا اسلامی اور فلاحتی معاشرہ قائم کیا جاتا ہے کہ قیامت کی صبح تک دنیا اس کی نظر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

آج کل لوگ ان قدسی صفات جماعت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر پھوٹ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی روزی روٹی کمار ہے ہیں درحقیقت وہ جانے انجانے میں اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے درپے ہیں اگر ہم ان لوگوں کی بات پر کان وہر نے لگیں تو خود سوچیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان مقدس شخصیات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگردانی کی ہو، روگردانی تو ایک طرف انہوں نے تو احکام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیل میں ایک لمحہ بھی تاخیر کرنا گوارا نہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا چل پڑو یہ چل پڑے کسی نے ایک لمحہ کی مہلت نہیں مانگی تو بھلا جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہمی تعلقات کے متعلق باقاعدہ تعلیم دی بلکہ عملی مشقیں بھی کروائی ہوں اور جنہیں آنے والی تمام انسانیت کے لیے نمونہ بنانا ہو وہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے روگردانی کر سکتے ہیں، جن کا جینا، مرنا، اٹھنا، پیٹھنا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، معاملات، معاشرت اور زندگی کا ہر لمحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہو وہ کیسے باہمی الفت و محبت کو ترک کر سکتے ہیں؟۔

آنکیں میں آپ کو ان کے آپسی تعلقات اور آپسی احترام و احساس کے رشتے کو مسترد ہو اے سے دکھاتا ہوں آنکیں آپ کو آج سے پندرہ سو سال پہلے مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں لے چلوں۔

سیدنا صدیق اکبر ﷺ اور سیدنا فاروق عظم رضی اللہ عنہما پنے دور خلافت میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو احتراماً اپنی سواریوں سے اتر پڑتے۔ سیدنا فاروق عظم رضی اللہ عنہما پنے دور خلافت میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے بارش کے لیے دعا کروایا کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد میں مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”اللہ کی قسم! جس دن آپ اسلام لائے آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا کہ وہ اسلام لاتے کیوں کہ آپ کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا۔“ (البداية والنهاية ۲ ص ۸۹۲)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے کو جوڑنا میرے نزدیک میری رشتہ داری کو جوڑنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(صحیح البخاری باب مناقب قربت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ ابن عبد البر نے الاستعیاب ص ۱۸۷ میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں پوچھنے کے لیے نظر لکھتے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو فرمایا ”ابن ابی طالب کی موت سے فقد اور علم چلا گیا۔“ (آل رسول اور اصحاب رسول ص ۷۳)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلافے ثلاثہ کے ادوار میں مجلس شوریٰ کے اہم رکن، مجلس حرбیہ کے مشیر رہے، قانون سازی میں بڑا عمل دھل تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ ”اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔“

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ جب علیل ہوئیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیں رضی اللہ عنہا نے ان کی خدمت کی اور رحلت کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا کو غسل بھی انہوں نے ہی دیا اور جنازہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر پڑھایا، دیکھیں کیسا اتفاق ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شادی کے لیے ترغیب بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دی اور اس شادی میں گواہ بھی بنے، شادی کے انتظامات میں شرکت بھی کی، سمجھان اللہ۔

کمز العمال میں ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ کچھ لوگ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے متعلق



نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں تو آپ رئیت مخبر پر تشریف لائے اور فرمایا ”اس ذات کی قسم جس نے دانے اور گھٹھل کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا! ان دونوں سے وہی محبت کرے گا جو فاضل مومن ہوگا اور ان دونوں سے وہی بغض وعداوت رکھے گا جو بدجنت ہوگا کیونکہ ان دونوں کی محبت تقرب الہی کا سبب ہے اور ان سے بغض رکھنا دین سے خارج ہونے کی علامت، ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں اور دو وزیروں اور دو ساتھیوں اور قریش کے دوسراوں اور مسلمانوں کے دو بیویوں کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں میں انہیں اس پر سزا دوں گا۔“

(صحابہ اہل بیت کے درمیان یا گفت اور محبتیں ص ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اقدس کے پاس کھڑا تھا کہ ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھی اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ آپ پر حرم فرمائے بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں دوستوں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا ساتھ عطا کرے گا کیونکہ میں نے بارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا ”میں تھا اور ابو بکر و عمر، میں نے یہ کہا اور ابو بکر و عمر نے، میں چلا اور ابو بکر و عمر، میں داخل ہوا اور ابو بکر و عمر، میں نکلا اور ابو بکر و عمر“ رضی اللہ عنہم میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی المرضی رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری باب المناقب، مسلم کتاب الفضائل)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۲۱ میں لکھا ہے کہ ابن سعد رضی اللہ عنہ نے حسام صیری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابو جفر سے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے گھروالوں میں سے ہر ایک کو ان دونوں سے محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (آل رسول اور اصحاب رسول ص ۷)

البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۱۱ میں تحریر ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے محمد باقر بن علی نے کہا: جابر مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں بعض لوگ ہماری محبت کا دعوی کرتے ہیں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں ان لوگوں کا دعوی ہے کہ میں نے ان کو اس کا حکم دیا ہے، میری طرف سے ان کو یہ بات پہنچا دو کہ میں اللہ کے بیہاں ان سے بری ہوں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مجھے ذمہ دار بنایا



جائے تو میں ان کا خون کر کے اللہ کا تقریب حاصل کروں گا، اگر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا نہ کروں تو مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش نہ ہو، انہوں نے یہ بھی کہا کہ ”جس نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی فضیلت نہیں جانی وہ سنت سے ناواقف ہے۔“ (آل رسول اور صحابہ رسول ص ۳۸)

آپس میں رشدہ دار یاں کرنا بھی ایک دوسرے سے محبت کا بہترین اظہار ہے اور یہی اظہار کئی نسلوں تک صحابہ اور اہلیت عظام رضی اللہ عنہم میں جاری رہتا کہ آنے والی امت کو ان کے آپسی تعلق اور محبت کا علم ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا مجھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبار پیدا کیا۔ (سیر اعلام النبیا ج ۲۵۵) اس قول کا سبب یہ نسب ہے والد کی طرف سے جعفر الصادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی المتصی رضی اللہ عنہ اور والدہ کی طرف سے ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور والدہ ہی کی طرف سے ام فروہ بنت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ (صحابہ اہلیت کے درمیان یہ گلگت اور محبتیں ص ۱۷)

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (سیدنا علی المتصی رضی اللہ عنہ کی بھا بھی) کا نکاح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان سے آپ کا ایک بیٹا محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت کے بعد انہی اسماء بنت عمیس سے سیدنا علی المتصی رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا، محمد بن ابی بکر کے بارہ میں سیدنا علی المتصی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ”یا ابو بکر کی پشت سے ہے لیکن میرا بیٹا ہے،“ انہیں سیدنا علی المتصی رضی اللہ عنہ نے مصر کا گورنر بھی مقرر فرمایا تھا۔ (صحابہ اہلیت کے درمیان یہ گلگت اور محبتیں ص ۱۷)

اسی طرح سیدنا حسن بن علی المتصی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد الرحمن کی صاحزادی حصہ سے نکاح فرمایا تھا۔ یہ رشتہ داری کا سلسلہ کئی نسلوں تک یونہی چلتا رہا جیسے موسی الحجج بن عبد اللہ الحفص بن الحسن الہمثی بن الحسن السبط بن علی المتصی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے عبد اللہ بن عبد الرحمن کی پڑپوتوی اسلامہ بنت محمد بن طلحہ بن عبد اللہ سے نکاح فرمایا تھا۔

احق بن عبد اللہ بن علی بن الحسین بن علی المتصی نے کلثوم بنت اسماعیل بن عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق سے نکاح فرمایا تھا۔



سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا زید بن عمر اور جناب زید بڑے خر سے کہا کرتے تھے کہ میں دو خلفاء کا بیٹا ہوں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۰۲)

سیدنا حسین بن علی بن حسین بن علی المرضی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ جویرہ بنت خالد بن ابی بکر بن عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا، یعنی سیدنا حسین بن علی المرضی رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے کی پوتی سے ہوا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابان بن عثمان کا نکاح عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ام کلثوم سے ہوا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمر و بن عثمان کا نکاح سیدنا علی بن ابی طالب کی پوتی اور سیدنا حسین بن علی کی بیٹی سکینہ سے ہوا، اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک اور پوتے محمد بن عبد اللہ بن عمر و بن عثمان کا نکاح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری بیٹی فاطمہ سے ہوا۔

محبت کا ایک انداز اپنی اولاد کا نام خلفائے ثلاثہ کے نام پر رکھنا بھی ہے مثلاً حضرت علی المرضی رضی اللہ عنہ نے کمال محبت سے اپنے تین بیٹوں کا نام خلفائے ثلاثہ کے نام پر رکھا ابو بکر بن علی، عمر بن علی، عثمان بن علی اور یہ تینوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے والد محترم کی طرح اپنے صاحبزادوں کے نام حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کے نام پر ابو بکر بن حسن اور عمر بن حسن رکھا، اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک صاحبزادے کا نام عمر بن حسین بن علی رکھا۔ سیدنا علی بن حسین زین العابدین نے بھی اپنے نورچشم کا نام سیدنا عمر بن علی بن حسین اور بیٹی کا نام عائشہ بنت علی بن حسین بن علی رکھا۔ سیدنا موسی بن جعفر صادق نے بھی اپنے بیٹے کا نام عمر اور بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔ (کشف الغمة ج ۳ ص ۹۲، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۲)

یہ ذخیرہ کتب سے چند واقعات آپ حضرات کے سامنے رکھے ہیں ورنہ اس موضوع پر بے



شمارکتابیں مل سکتی ہیں جن میں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام ﷺ کے محبت و مودت کے واقعات موجود ہیں، یہ تحریر ایک دعوت فکر ہے ہر اس شخص کے لیے جو، ان حضرات پر لکھنا اور پڑھنا چاہتا ہے کہ وہ اس موضوع کو مد نظر رکھ کر کتابوں کو کھنگا لے تو بہت سے قیمتی موئی آپ کے علمی دامن میں جگہا تے نظر آئیں گے، یہ تحریر ایک سوال بھی ہے موجودہ زمانے کے لوگوں سے کہ وہ ان کے تعلقات کو چند ایک ایسے واقعات کے ترازو میں تولنے لگ جاتے ہیں جس ترازو میں کبھی صحابہ اور اہلیت کی نسلوں نے نہیں تولا، اور جس طرح صحابہ اور اہلیت کے تعلقات کو آج ہم دیکھ رہے ہیں کیا اس طرح ان کی نسلوں نے بھی دیکھا؟۔

نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ لوگوں کی زندگیاں ہی اصل میں مشعل راہ اور کسوٹی ہیں، احکامات الہی کو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر جس طرح انہوں نے عمل کر کے دیکھایا اسی طرح کیا جائے گا تو بارگاہِ لمبیز میں مقبول ہو گا ورنہ رد کر دیا جائے گا تو جو کسوٹی ہے اگر اس میں سقم رہ گیا تو پھر یہیچہ کیا پچے گا سوان کے تعلقات کو اپنے تعلقات اور احساسات کے زاویے سے دیکھنے کی بجائے اپنے خیالات کو ان کے تعلقات پر ڈھالنا ہی میانہ روی، اعتدال اور راہ حق کھلانے گا۔ جزاک اللہ خيرا۔



# بَحْرَانِ مُعْتَدَلٍ دَارُ التَّقْوَىٰ

کی جانب سے واُس ایپ (Whatsapp) پر



## روزانہ حدیث

کا سلسلہ حباری ہے

آپ بھی اپنے واُس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واُس ایپ سے **TAQWA**  
لکھ کر 03222333224 پر جیسیں۔



+92-3-222-333-224 [www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org) [Facebook](#) [Twitter](#) [YouTube](#) **jamiadarultaqwa**  
Mufti Online +92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)



## موجودہ ملکی حالات اور ہماری ذمہ داریاں

مفتي محمد تقی عثمانی صاحب

### سیاسی تبصرے بازی کا طرزِ عمل اور کرنے کے اصل کام

آج جو صورت حال ہماری بنی ہوئی ہے اور جن حالات سے ہم دوچار ہیں وہ یہ ہے کہ تقریباً ہر مجلس میں ہی ان حالات کا تذکرہ ہوتا ہے، اس پر تبصرے ہوتے ہیں کہ یہ کس کی ذمہ داری ہے، کس نے یہ حالات یہاں تک پہنچائے ہیں؟ کون سی حکومت اچھی تھی، کون سی بُری تھی؟ ہمیں کس کی حمایت کرنی چاہئے اور کس کی مخالفت کرنی چاہئے؟ اور چونکہ لوگ دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں لہذا ہر گروہ اپنی تائید میں دلائل پیش کرتا ہے اور دوسرا اس کی تردید کرتے ہوئے اپنے حق میں دلائل لاتا ہے، آج کل ہماری بیشتر مجلسوں کا یہی حال ہے، جہاں آٹھ دس آدمی جمع ہوتے ہیں تو فوراً تبصرہ شروع ہو جاتا ہے اور تبصرہ اسی بات پر ہوتا ہے کہ ہم یہ کس پر بیشانی میں آگئے ہیں، ہماری مالی حالت خراب ہو گئی ہے، ہماری حکومت خراب ہو گئی ہے، ہمارے ادارے بر باد ہو رہے ہیں یہ ساری باتیں ہمارے درمیان چلتی رہتی ہیں اس میں بحث و مباحثہ بھی ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں بعض اوقات ایک دوسرے پر زبانی یا جسمانی حملے بھی ہوتے ہیں یہ ساری باتیں ہو رہی ہیں اور ان سے سوائے اضطراب اور بے چینی بڑھنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہو رہا۔

ان حالات میں ہمیں یہ خیال نہیں آتا کہ یہ حالات کیوں پیدا ہوئے ہیں یا ان کا حل کیا ہے؟ یہ حالات ہمارے اپنے اعمال ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کا حل یہی ہے کہ جس ذات کے قبضہ قدرت میں سارے حالات ہیں اس کی طرف رجوع کیا جائے، فضول بحث و مباحثہ اور فضول تبصرے کرنے کے



بجائے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان حالات سے نکال دیجئے۔

### پہلے گھر میں لگی آگ بمحاجنے کی فکر کریں

افسوس یہ ہے کہ اس صورتحال میں بھی ہر شخص کی زبان پر حالات کا شکوہ ہے اور اس ذمہ داری پر بحث ہے کہ آیا پچھلی حکومت کی گڑ بڑ تھی یا موجودہ حکومت کی خرابی ہے؟ سابقہ حکومت نے یہ حالات پیدا کیے یا موجودہ حکومت نے؟ سارا وقت اسی بحث میں صرف ہورہا ہے۔ میں کہتا ہوں خدا کے بندو! اگر ایک گھر میں آگ لگی ہوئی ہو تو کیا اس گھروں کا یہ کام ہو گا کہ وہ اس پر بحث شروع کر دیں کہ یہ آگ کس نے لگائی ہے اور آگ لگانے کا ذمہ دار کون ہے؟ یا سب سے پہلے خود جا کے اس آگ کو بمحاجنے کی فکر کریں گے؟ آج ہمارے حالت یہی ہو رہی ہے کہ بحرانوں کی آگ لگی ہوئی ہے، اقتصادی بحران، سیاسی بحران، بڑائیاں، جھگڑے، نفرتیں، ایک دوسرے کے اوپر طزو و تعریض اور ایک دوسرے کو برا بھلا کنہ کا مشغلہ۔

پورے ملک میں یہ آگ لگی ہوئی ہے، لیکن اس کے باوجود بحث اس پر ہو رہی ہے کہ یہ آگ کس نے لگائی؟ ایک کہتا ہے کہ آگ تو نے لگائی، دوسرا کہتا ہے تو نے لگائی، اللہ کے بندو! گھر میں جو آگ لگی ہوئی ہے پہلے اسے بمحاجنے کی فکر کرو یہ بعد میں طے کر لینا کہ کس کی ذمہ داری تھی اور کون اس کا سبب تھا لیکن پہلے آگ تو بچاؤ اور اپنا گھر تو بچاؤ اس آگ کو بمحاجنے کا واحد راستہ قرآن کریم نے یہ بتایا ہے کہ لغم یرجعون یعنی اللہ کی طرف رجوع۔

### ڈوبتی کشتی کو بچانے کی کوشش ہر چیز پر مقدم

اسی طرح اگر کچھ لوگ ایک کشتی میں سوار ہوں اور سمندر میں طوفان آجائے بڑی بڑی موجیں اٹھنے لگیں، کشتی ڈوبنے کا ندیشہ پیدا ہو جائے تو کیا اس وقت یہ بحث و مباحثہ کیا جائے گا کہ یہ طوفان کیسے آیا، کہاں سے آیا؟ یہ ملاح کی گڑ بڑ تھی یا کوئی قدرتی آفت تھی؟ ان چیزوں پر بحث میں وقت ضائع کیا جائے گا؟ یا کسی طرح کشتی کو ڈوبنے سے بچانے کی فکر کی جائے گی؟ ظاہر ہے کہ پہلے کشتی کو ڈوبنے سے بچانے اور کنارے لگانے کی فکر کی جائے گی یہ پاکستان، یہ ملک بھی ہمارے لیے ایک کشتی کی طرح ہے اور ہم سب



اس میں سوار ہیں وہ بھی سوار ہیں جن کو ہم اچھا سمجھتے ہیں وہ بھی جن کو ہم برا سمجھتے ہیں سارے کے سارے لوگ اس میں سوار ہیں لہذا تبروروں اور الزام تراشیوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اسے بچانے کی فکر کرنی چاہئے لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا رخ صحیح کریں اپنے انداز صحیح کریں، اپنے اخلاق صحیح کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

جتنا وقت ہم بحث مباحثوں، تبروروں، الزام تراشیوں اور ایک دوسرے کے اوپر طعن و تنقیح میں گزار رہے ہیں اگر اتنا وقت بلکہ اگر اس سے آدھا وقت بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس سے عرض و معروض کرنے میں گزار دیں کہ یا اللہ! ہم اس آگ میں گھرے ہوئے اور اس گردا باب میں پھنسے ہوئے ہیں، آپ ہمیں نکال دیجئے تو اللہ تعالیٰ ضرور بہتری کا معاملہ فرمائیں گے۔

### قرآن کریم کے اخلاقی اور معاشرتی احکام اور ہماری صورتحال

آج ہماری ساری دوڑ دھوپ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے میں صرف ہورہی ہے اور اس میں طرح طرح کی نافرمانیاں ہورہی ہیں، جھوٹ اس میں بولا جا رہا ہے، غبیتیں اس میں ہورہی ہیں، الزام تراشیاں اس میں ہورہی ہیں، بہتان اس میں لگائے جا رہے ہیں، گالیاں اس میں دی جا رہی ہیں، غرض ہر وہ جملہ جو کسی دوسرے کے اوپر تبرہ کرنے میں منہ سے نکلتا ہے ان گناہوں سے خالی نہیں ہوتا یا تو جھوٹ ہوتا ہے یا الزام تراشی ہوتی ہے یا بہتان ہوتا ہے یا غبیت ہوتی ہے یا کم از کم دل آزاری ہوتی ہے اور یہ سب گناہ عظیم ہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيراً منها یعنی کوئی آدمی دوسرے کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے وہ تم سے بہتر ہو لیکن آج دیکھیں ہمارے ماحول معاشرے میں کس طرح ایک دوسرے کا مذاق اڑایا جاتا ہے اچھے خاصے پڑھ لکھے، تعلیم یافتہ بلکہ یہاں تک کہ بعض علماء بھی ایک دوسرے کا استھراء اڑانے کے اس عمل میں شریک ہیں۔

قرآن پاک کہتا ہے ولا تلمزوا انفسكم ایک دوسرے کو طعنے مت دیا کروں لیکن آج طعنے دینے میں ہم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسا لگ رہا ہے کہ مسابقت ہورہی ہے

کہ کون کتنا بڑا طعنہ دیتا ہے، قرآن کہتا ہے لاتتابزدوا بالالقب ایک دوسرے کو برے ناموں سے یاد نہ کیا کرو کہ کسی کا نام بگاڑ کر کوئی اور نام تم نے اس کے لیے تجویز کر لیا مگر آج دیکھ لو کہ ہمارے سیاسی رہنماء جو رہنمائی کے دعویدار ہیں اور جو اپنے آقا کو قائد سمجھتے ہیں ان کی زبانوں سے کس طرح دوسروں کی تذلیل و تحریر ہو رہی ہے دوسروں کو برے ناموں سے یاد کیا جا رہا ہے قرآن کہتا ہے لا یغتب بعضکم بعضکم شخص کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے اس کے پیچھے پیچھے اس کو برانہ کہے مگر دن رات ہماری مجلسیں غیبتوں سے بھری ہوئی ہیں۔

یہ سارے کے سارے کام معصیت اور شریعت کی خلاف ورزی کے کام ہیں، جب ہمارا معاشرہ ان نافرمانیوں سے بھر گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب مسلط کر دیا، جسے ہم آج بھگت رہے ہیں، قرآن کریم اس عذاب کو العذاب الادنی کہہ رہا ہے یعنی یہ آخرت میں آنے والے بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں تمہیں چھوٹا عذاب دیا جا رہا ہے یہ کیوں دیا جا رہا ہے؟ اس لیے دیا جا رہا ہے کہ لعلهم يرجعون شاید لوگوں کو کچھ ہوش آجائے، کچھ عقل آجائے اور ہوش آنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوبہ ہو جائیں۔

ساری تدبیریں ایک طرف اور اللہ تعالیٰ سے رجوع ایک طرف  
کائنات میں جو کچھ ہورہا ہے اور جو حالات پیش آرہے ہیں حتیٰ کہ جو پتہ بھی ہل رہا ہے وہ بھی اللہ جل جلالہ کی مشیت کے بغیر نہیں ہل رہا، قرآن کہتا ہے

وَمَا تَسْقُطَ مِنْ وَرْقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظَلَمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا

یا بس الافی کتاب مبین (الانعام: 59)

کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہوا اور زمین کے اندر ہیروں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا ترچیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔

اس کائنات میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہوتی تو کیا ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ خود ہی ہو گیا ہے؟ یہ حالات خود بخود ایسے نہیں ہوئے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوا ہے،



اور یہ اس لیے ہوا ہے کہ ہمیں ذرا بیدار کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ ساری تدبیریں ایک طرف اور اللہ تعالیٰ سے رجوع ایک طرف، ہر ایک شخص نے اپنی زندگی میں اس بات کا مشاہدہ کیا ہوگا کہ بعض اوقات کسی معاملے میں ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں ظاہری اعتبار سے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کوئی راستہ نظر نہیں آتا، لیکن پھر کوئی اللہ والا، اللہ سے رجوع کرتا ہے اس کی بارگاہ میں سجدے کرتا ہے اور پیشانی ٹیک ٹیک کر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے کہ یا اللہ ہم پھنس گئے ہیں ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہیں رہا، ہماری ساری تدبیریں ناکام ہو گئی ہیں اے اللہ ہمیں سیدھے راستے پر ڈال دے ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرمادے چنانچہ شاید ہی کوئی شخص ہو جس کو یہ مشاہدہ نہ ہوا ہو کہ ایسے موقع پر اگر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور حالات بدل دیتے ہیں۔

### دنیاوی طاقتوں کے بجائے زمین و آسمان کے مالک سے مانگیں

آج صورتحال یہ ہے کہ ہم نے اپنی باغِ دوڑ دوسروں کو دے دی ہے، ہماری نگاہیں ہر وقت آئیں ایم ایف پر ہیں کہ اگر آئی ایم ایف سے ہمیں اتنا قرضہ مل جائے تو اس کے بعد ہمارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے، حالات کیا ٹھیک ہوں گے؟ بلکہ جتنا قرضہ لیں گے اس سے زیادہ دینا پڑے گا کیونکہ وہ سودی قرضہ ہوگا اس طرح مقروظ ہی رہیں گے۔

ہر سال بجٹ میں تقریباً چالیس فیصد حصہ پچھلے قرضوں کی ادائیگی کے لئے ہوتا ہے العیاذ باللہ۔ ہم یہاں اس حالت پر پہنچ ہوئے ہیں یہ قرضے کیسے ادا ہوں گے؟ کیا دوسروں کی طرف دیکھ دیکھ کر ادا ہوں گے؟ دوسروں سے مانگ مانگ کر ادا ہوں گے؟ نہیں بلکہ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعائیں کریں اور مدد مانگیں جب اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری دعائیں قبول کرے گا تو وسائل بھی مہیا ہوں گے اور قرضے بھی اتر جائیں گے۔

ہمارے ملک میں اللہ تعالیٰ نے اتنے قدرتی وسائل رکھے ہیں کہ ہمیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہوئی چاہئے ہمارے ملک میں کئی قسم کی معدنیات ہیں، مثلاً پتھر ہے، کوئلہ ہے



اور اگر صحیح طریقے پر دیکھا جائے تو پتہ نہیں تیل اور گیس کے بھی کتنے ذخائر ہمارے ملک کے اندر موجود ہیں اسی طرح ہمارے ملک میں سونا بھی نکلا مگر کئی سال سے اس پر کوئی پیش رفت نہیں ہے، سارے وسائل موجود ہیں لیکن ہماری پرانتظامی اور بددیانتی کی وجہ سے یہ سارے خزانے مغلظ پڑے ہیں اور جس کے قبضہ قدرت میں سارے خزانے ہیں اس سے مانگتے ہیں، وللہ خزائن السماوات والارض (المنافقون: 7)

آسمان اور زمین کے تمام خزانے اللہ تبارک و تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں، اس ذات سے ہم مانگتے نہیں، اس کی طرف رجوع نہیں کرتے اگر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کریں گے اور انگریزوں اور امریکیوں کی طرف دیکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ یہ خزانے کھول دے گا، کیونکہ زمین و آسمان کے یہ تمام خزانے اسی کی ملکیت اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، جب اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں سے عطا فرمائیں گے تو پھر ہمیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن یہ خزانے کیوں نہیں کھل رہے؟ اس لیے نہیں کھل رہے کہ ہم اللہ کی بجائے دنیا کی طاقتلوں کی طرف رخ کئے ہوئے ہیں۔

### حالات کی بہتری کے لئے قوم سے دعاوں کی دردمندانہ درخواست

میرے بھائیو! اس صورتحال سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص روزانہ بلا ناغہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے کہ یا اللہ ان حالات سے آپ کے سوا کوئی نہیں نکال سکتا، اے اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان حالات سے نکال دیجئے اور ہمیں خود کفیل بنادیجئے، ہمیں غیروں کی غلامی سے آزاد کر دیجئے اور یا اللہ ہمیں اتنا خود کفیل بنادیجئے کہ ہمیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ ہو، اگر پاکستان کا ہر باشندہ یہ کام کرنے لگے تو میں آپ سے دعوے سے کہ ساتھ کھتا ہوں کہ ان شاء اللہ ہم اس بھرمان سے اس طرح سرخرو ہو کر نکلیں گے کہ دنیا دیکھے گی۔ جب پاکستان قائم ہو اتحاہاب تو اس کو دیکھنے والے بھی نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن جب قائم ہوا تھا تو پورے عالم اسلام کی نگاہیں پاکستان کے اوپر تھیں اور الحمد للہ آج بھی ہیں، میں پورے عالم اسلام میں گیا ہوں، لوگوں سے ملا ہوں، لوگوں کے درمیان رہا ہوں، ان کی باتیں سنی



ہیں، پوری دنیا کے مسلمانوں کی امیدیں پاکستان سے وابستہ ہیں۔ اللہ نے اس ملک کو اپنی طاقت بنایا ہے اور ہمارے لیے اور پورے عالم اسلام کے لیے ایک ڈھال بنایا ہے لیکن اس کے باوجود ہماری بد اعمالیوں کی وجہ سے یہ اس حالت پر پہنچ گیا ہے لیکن حالات جس نجح پر بھی پہنچ گئے ہوں، ایسا نہیں ہے کہ اب واپس لوٹنا ممکن نہ ہو، ہم اب بھی لوٹ سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی طرف رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے توبہ تائب ہوں۔

### موجودہ ملکی حالات میں دعاوں اور آیت کریمہ کے وردی ضرورت

میرے بھائیو! میں انتہائی دردمندی سے گزارش کرتا ہوں کہ ہر مسلمان روزانہ بلا ناغہ ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے ملک و قوم کی اصلاح کے لئے دردمندی سے، سچے دل سے دعا کرے، اس طرح دعا کرے جیسے کوئی بیمار ہو اور ہماری کی حالت میں اپنی صحت کے لئے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہے اگر ہم اس طرح دعا کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے ان حالات کو بد لیں گے اور ہمارے حالات کی اصلاح فرمائیں گے۔

پہلے زمانے میں جب مسلمانوں پر کوئی اجتماعی آفت آتی تھی تو دستور تھا کہ لوگ اپنے اپنے مخلوقوں میں آیت کریمہ لالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین (الانبیاء: 87) کا ختم کیا کرتے تھے۔ آج بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسا وقت ہے کہ مخلوقوں میں آیت کریمہ کے ختم کا اہتمام کرنا چاہئے۔ یہ آیت کریمہ والی دعا حضرت یونسؑ کی دعا ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں چلنے کے بعد مانگی تھی۔ قرآن کہتا ہے فنادی فی الظلمات کہ انہوں نے اندر ہیروں میں سے یہ آواز لگائی، اندر ہیروں سے مراد یہ ہے کہ مچھلی کا پیٹ اس میں کیا کچھ اندر ہیرا ہوگا وہاں رہتے ہوئے یہ آواز لگائی کہ لالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، تو قرآن کریم فرماتا ہے نجیناہ من الغم ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دی۔ آپ اندازہ کریں کہ اگر انسان مچھلی کے پیٹ میں چلا جائے تو کیسی عجیب گھٹن کا سامنا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہماری طرف رجوع کیا تو ہم نے انہیں گھٹن سے نجات دے دی، اس کے بعد فرمایا و کذلک



ننجی المومین اور ہم اسی طرح مونوں کو نجات دیتے ہیں۔ اس کا ترجمہ نجات دیتے ہیں بھی کیا جاسکتا ہے اور نجات دیں گے بھی کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح لا الہ الا انت سبحانک انی كنت من الظالمین پڑھ کر دعا مانگی تھی اسی طرح ہم مونوں کو بھی نجات دیں گے اگر وہ بھی اسی طرح دعا مانگیں گے۔

یہ آیت کریمہ پڑھنے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی آسانی کاراستہ نکالے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہے، پیار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ما يفعل الله بعد ابكم ان شكرتم وامتنتم (النساء: 147) ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بنو اور صحیح معنی میں ایمان لے آؤ۔

اگر ہم ایمان کی حقیقت پر اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے والے بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور ہمارے احوال کی اصلاح فرمادیں گے اور ضرور ہمارے حالات کو بدلیں گے اور ضرور بدلیں گے اس یقین کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے، اس کا اہتمام کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

**حالات کی بہتری کے لیے ایک عظیم اور جامع مسنون دعا**

دعا ایسی چیز ہے بظاہر جو ناممکن نظر آ رہا ہو اللہ تعالیٰ دعا کے ذریعے اسے بھی ممکن کر کے دکھا دیتے ہیں لہذا اونٹن عزیز کے موجودہ حالات میں ہر آدمی اپنی زبان میں یہ دعا کرے کہ یا اللہ ہمارے ملک کو جو مسائل درپیش ہیں ان کا وہ حل نکال دیجئے جو آپ کی رضا کے مطابق ہو۔ ضروری نہیں جو ہم سوچتے ہیں وہ صحیح ہو، جس کو ہم اچھا سمجھتے ہیں وہ اچھا ہو، یا جسے ہم بر سمجھتے ہیں وہ برا ہو، یہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے کہ کون اور کیا بہتر ہے اس لیے دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ جس کی حکومت آپ کی رضا کے مطابق ہو اس کو حکومت عطا فرمائیے اور پھر اسے ہدایت عطا فرمائیے کہ وہ ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے صحیح کام کرے۔



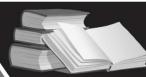
اپنی زبان میں دعا نہیں کرنے کے علاوہ آج کل کے حالات کے حوالے سے ایک بڑی جامع مسنون دعا بھی ہے اسے بھی پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے وہ دعا یہ ہے:

یا حی یا قیوم برحمتك نستغیث، اصلاح لنا شاننا کله، ولا تکلنا الی انفسنا

### ظرفۃ عین

یہ وہ دعا ہے جو نبی کریم ﷺ نے مانگی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یا حی یا قیوم یہی اور قیوم دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ اے وہ ذات جو ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ زندہ رہے گی اور اے وہ ذات جس نے پوری کائنات کو سنبھالا ہوا ہے: برحمتك نستغیث ہم یہ فریاد کرتے ہیں کہ آپ کی رحمت ہماری طرف متوبہ ہو اصلاح لنا شاننا کله ہمارے تمام حالات اچھے کر دیجئے۔ اب اس میں ہماری ساری ضروریات آگئیں، ہماری ذاتی ضروریات بھی آگئیں، خاندانی ضروریات بھی آگئیں اور ملکی ضروریات بھی آگئیں، گویا ہم خود بھی اچھے طریقے سے زندگی گزاریں، ہمارے اہل و عیال بھی اچھی زندگی گزاریں اور ہمارے اہل وطن اور پوری قوم اور پوری ملت بھی اچھے حالات میں زندگی گزارے۔

ولا تکلنا الی انفسنا طرفۃ عین اور ایک لمحہ کے لیے بھی ہمیں ہمارے اپنے سپردہ نہ کیجئے، اپنے سپرد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرتا تم جو چاہو کرو، اللہ تعالیٰ بچائے یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ اگر کسی وقت اللہ تعالیٰ یہ فرمادیں کہ تمہاری میرے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے نہ میں تمہارے حالات بہتر کروں گا اور نہ تمہیں کچھ سمجھاوں گا کہ کون ساراستہ حالات کو بہتر کرنے کا ہے بلکہ جو تمہارے جی میں آئے وہی کرتے رہو۔ یہ بڑی جامع دعا ہے جو ہر قسم کے حالات کی بہتری کے لیے رسول اللہ ﷺ نے تقلین فرمائی ہے لہذا اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔



## مینجمنٹ کے اسلامی اصول

مولانا شیخ نعماں

جدید مینجمنٹ کی تاریخ صرف تین سو سال پرانی ہے، جبکہ اسلام گزشتہ 14 سو سال سے دنیا کی رہنمائی کر رہا ہے۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک اسلام کا تابناک ترین دور تھا۔ اس دور میں معیشت، سیاست اور معاشرت کے میدان میں مسلمان ہی دنیا پر غالب تھے۔ اس کے بعد اگرچہ مسلمانوں کے ہاتھ سے دنیا کی بادشاہت چھن گئی، مگر اسلام کا علمی ذخیرہ دنیا بھر کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اسلامی فقہ کی روشنی میں آج بھی بہت سے علماء معیشت و تجارت پر احتراطی کا درجہ رکھتے ہیں۔

اسلام نے مینجمنٹ سے متعلق بہت واضح ہدایات دی ہیں۔ مینجمنٹ سے متعلق بے شمار اخلاقی تعلیمات دی گئی ہیں۔ کردار سازی، ذہن سازی اور اخلاقی تربیت پر متعدد احادیث موجود ہیں۔ لیکن مینجمنٹ کے خالص انتظامی اور عملی پہلو کو انسانی عقل، مشاہدے اور تجربے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ انتظامی اور عملی پہلو موقع بوجود تبدیل ہو سکتے ہیں۔ انتظام اگر اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں سے متصادم نہیں تو اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جب اسلام کے ماننے والوں کے رویے ثابت ہوں، ذہنی چیختگی حاصل ہو، اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق کی تعمیر ہو تو ان خالص انتظامی و دنیاوی معاملات میں بھی ان کے رویے، غیر مسلموں سے ممتاز ہوں گے۔ یہ رویے (Behaviors) ہیں، جن سے معاملات میں کشمکش (Conflicts) کی جگہ باہمی تعاون، حررص وہوں کی جگہ سخاوت کی روایات بازاروں میں جنم لیتی ہیں اور رقبتوں (Rivalness)



کے بجائے محبت پیدا ہوتی ہیں۔

### میہمنٹ کے بنیادی کام 4 ہیں

1:- منصوبہ بندی      2:- تنظیم سازی      3:- رہنمائی      4:- نگرانی

اس کے علاوہ چند ایک شعبے ہیں:

☆ انسانی وسائل کی میہمنٹ ☆ مالیاتی میہمنٹ ☆ پیداواری میہمنٹ ☆ سپلائی چین میہمنٹ

### حسن نیت

پہلی بات جو اسلام کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہ کہ اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں ہے۔ بلکہ اسلام مسلمان کے ہر عمل کو دین ہی قرار دیتا ہے۔ اس کی تمام تر تگ و دو کا مقصد آخرت میں سرخرو ہونا ہے، لیکن دنیا میں مادی محنت کے بغیر آخرت کی کامیابی ممکن نہیں۔ اس لیے اسلام نے معاشی سرگرمیوں کو بھی عبادت کا درجہ دیا ہے۔ ایک مسلمان رزق حلال کی طلب میں مشقت برداشت کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب ہے۔ لیکن چونکہ یہ براہ راست عبادات نہیں، بلکہ اصل عبادات کے لیے ذریعہ ہے تو اس پر ثواب اس وقت ملے گا جب یہ کام نیک نیت سے کیے جائیں۔ لہذا میہمنٹ اور تجارت کو کسب حلال کی نیت سے کیا جائے تو اس پر بے حساب اجر و ثواب ملے گا۔

### اللہ کی طرف توجہ

دوسری اہم اصول ایک مسلمان تاجروں تنظیم کے لیے یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں اپنی صلاحیتوں پر بھروسے سے زیادہ اللہ کی طرف رجوع کرے۔ ہر معاملے میں اللہ سے رہنمائی کی درخواست کرے، کیونکہ دل و دماغ، عقل و دانش اس رب کے قبضے میں ہی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا کہ جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو اللہ کی طرف رجوع فرماتے، نماز کا اہتمام کرتے۔ کاروبار میں قدم پر فیصلے کرنے پڑتے ہیں، ان کے لیے اللہ سے درست راستے کی رہنمائی کی درخواست کرتا رہے۔ استخارے کا مطلب بھی یہی ہے اور اگر کوئی بڑا فیصلہ درپیش ہو تو با قاعدہ استخارہ کر لے۔ اس کا طریقہ اہل علم سے پوچھا جا سکتا ہے۔



## اللہ پر توکل

ایک اہم اصول جو کہ گزشتہ اصول کا ہی نتیجہ ہے وہ یہ کہ مسلمان تاجر اللہ سے بھلائی کا طلب گار رہتا ہے اور جو تمدید اس کے بس میں ہوتی ہیں کرتا ہے، لیکن بالآخر نتیجہ اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ کاروباری زندگی میں یہ وہ اصول ہے جس کی بنا پر مسلمان تاجر ہمیشہ سکون کی زندگی گزارے گا۔ وہ کبھی ما یوس نہیں ہو گا۔ کبھی اسے خود کشی کی نوبت نہیں آئے گی۔

## مشاورت

ایک اہم اصول جسے ہم کاروباری اور انتظامی معاملات میں شامل کر کے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کر سکتے ہیں، وہ ہے ہر اہم معاملے میں مشاورت۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہما جمیعن سے مشاورت کا حکم دے رہے ہیں تاکہ امت کو اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے۔ ایک منتظم اور تاجر کو نجات کرنے کے معاملات پیش آتے ہیں جن میں اس اصول پر عمل کر کے معاملات کو بہتر بھی بنایا جاسکتا ہے اور ثواب بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

## خیر خواہی

اسلام کا خلاصہ ”خیر خواہی“ ہے۔ مخلوق کے ساتھ، خالق کے ساتھ، بڑوں کے ساتھ، چھوٹوں کے ساتھ..... ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی رکھنے کا اسلام ہمیں حکم دیتا ہے۔ اس اصول کا کاروباری زندگی سے گہرا تعلق ہے کہ ہم چاہے کسی بھی جگہ پر ہوں، چاہے اعلیٰ سطح (Upper Level) پر..... ہوں یا نیچلی سطح (Lower Level) پر اپنے ادارے، اپنے ہم عصر (Peers) ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہ رہیں۔ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور یہ خیر خواہانہ رو یہ مغربی طرز کی انتظام کاری اور اسلام کی بنیاد پر انتظام کاری میں واضح فرق ہے۔ ماتحت ہمیشہ اپنے امیر کی اطاعت کریں اور امیر تمام معاملات میں مثلاً تشو اہیں طے کرنے کا معاملہ ہو یا کاموں کی سپردگی کا، اپنے ماتحتوں کا خیال رکھے۔



## امانت

اللہ تعالیٰ قرآن میں مسلمانوں کو امانتیں ان کے اہل تک پہنچانے کا حکم دیتے ہیں۔ جہاں بھی ذمہ دار یا سپرد کرنے کا موقع ہو، وہاں امانت داری سے کام لیا جائے۔ یہ ہماری دینی ذمہ داری بھی ہے اور اسی سے ہمارے کاروبار کی ترقی بھی وابستہ ہے۔ اس کے مقابلے میں اقرباً پروری، ناجائز سفارش وغیرہ شرعاً بھی ناجائز ہیں اور کاروبار کے لیے زہر قاتل بھی ہیں۔

## عدل و انصاف

عدل و انصاف دینی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ ہمارے معاملات آپس میں، اللہ کے ساتھ عدل کے مطابق ہوں۔ یہی اصول کاروباری زندگی میں بہت سے معاملات جیسے ملازم میں کی تنخوا ہیں اور انعامات کی تقسیم وغیرہ میں شریعت کا مطالبہ بھی ہے اور کاروباری زندگی میں چین و سکون کا باعث بھی ہے جس کا نتیجہ کاروباری ترقی ہے۔

## سادگی

دین اسلام کی ایک خصوصیت، سنت نبوی اور ایمان کی ایک نشانی ”سادگی“ ہے۔ یہ سادگی جس طرح روزمرہ کی زندگی میں ہے، اسی طرح کاروباری زندگی میں بھی اسلام سادگی پسند کرتا ہے۔ زندگی میں غیر ضروری تکلفات کو اسلام نے پسند نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور ائمہ امت کی زندگیاں سادگی کا نمونہ ہیں۔ مغربی طرز معاشرت اپنانے کی وجہ سے ہماری کاروباری زندگی میں پوشک اور خوارک میں طرح طرح کے تکلفات شامل ہو گئے ہیں۔ چونکہ اس طرز انتظام کاری میں منتظم اور ماتحتوں کے درمیان تناوبنیا دی خصوصیت ہے اور اسی کی بنیاد پر تمام انتظام کاری ہو رہی ہوتی ہے۔ ماتحتوں کو کوٹھوں کرنے کے لیے خاص طرز زندگی اپنایا جاتا ہے۔ ملازم میں کوتا بعد اربانا نے کے لیے خود کو بڑا ظاہر کیا جاتا ہے اور باقی سب کو چھوٹا اور کمتر..... اور یہ اسلام میں سخت گناہ ہے۔ اس طرز عمل کو چھوڑ کر جب ہم سادگی اپنا کیں گے اور ساتھ ساتھ اپنے اخلاق سے پیش آئیں گے تو یقیناً ماتحتوں کا ادارے سے لگاً اور وفاداری (Loyality) بڑھے گی، جس کے نتیجے میں پیداوار میں بھی اضافہ ہو گا اور اخراجات میں بھی کمی ہو گی۔



## اچھائیوں کو پھیلانا اور برائیوں کو مٹانا

ایک اہم اصول، امر بالمعروف و نہیں عن المکر ہے کہ ہم اپنے ادارے میں اچھی باتوں کو پھیلائیں اور بری باتوں سے منع کریں۔ یہ ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور ایک ایسا طرز عمل ہے جس کے نتیجے میں اداروں میں اچھی باتیں رواج پا جائیں گی اور بری باتیں اپنی موت مرتی رہیں گی۔ ہم ایسی ادارتی ثقافت متعارف کروائیں جس کے نتیجے میں لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بھلانی کی طرف بلا کیں اور برائی سے روکیں۔

## صلح کرنا اور کروانا

سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں، ان میں اگر جھگڑا ہو جائے تو ان میں صلح کروادیا کرو۔ یہ حکم جس طرح عام حالات میں ہے۔ کاروباری زندگی میں اس اصول پر عمل کر کے عملی میں موجود کشیدگی کو ختم کروا یا جاسکتا ہے۔ جس سے افراد کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور ادارے کی ترقی کے موقع بڑھ جاتے ہیں۔

## شرعی و قانونی ذمہ داریوں کی ادائیگی

موجودہ ادارے قانونی ذمہ دار یاں جن میں ٹیکسز یا کسی خاص قانون کے مطابق ادارے کو چلانا غیرہ تو پوری کرتے ہیں، لیکن شرعی ذمہ دار یاں مثلاً زکوٰۃ، عشر وغیرہ پوری نہیں کرتے۔ لیکن ایک ایسا ادارہ جو اسلامی بنیادوں پر چلننا چاہتا ہے تو اسے ان ذمہ داریوں کو بھی ادا کرنا ہو گا۔

## معاملات کو شریعت کے مطابق کرنا

کسی بھی منتظم یا تاجر کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ معاملات کا باب سیکھ کر اپنے معاملات کو شریعت کے مطابق کرے۔ کچھ معاملات تو وہ ہیں جو مشہور ہیں جیسے سود سے بچنا، بیمه سے بچنا، لیکن ایک بڑی فہرست ان معاملات کی ہے جو شرعاً درست نہیں، لیکن ہم کر گزرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چیز جس کے آپ مالک نہیں ہیں یا وہ چیز قبضہ میں نہیں ہے، اسے آگے بیچ دینا جائز نہیں، لیکن ہمارے مالی معاملات میں ایسے کئی معاملات ہیں جن میں ہم ایسا کر رہے ہوتے ہیں۔



## تحریک آزادی و قیام پاکستان میں علماء حق کا کردار

محمد یوسف شیخو پوری

ہندوستان میں تحریک آزادی سے لے کر قیام پاکستان تک علماء حق نے جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک درخشنہ باب ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے تاریکیوں کے ہجوم میں روشنیوں کا بینارہ ہے۔ موقع کی مناسبت سے مسلمہ حلقہ پر بنی ایک تحریر پیش خدمت ہے جس میں جنگ آزادی سے لے کر قیام پاکستان تک علماء حق کی لازوال شہادتوں، ولوہ انگیز قربانیوں اور بے مثال جدوجہد کو بیان کیا گیا ہے، آئیے اختصار کے ساتھ اس بارے چند باتیں ذہن نشین کریں۔

اس برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی حکومت تھی ۱۷۰۰ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر تجارت کی غرض سے انگریز ایشیا میں داخل ہوا رفتہ رفتہ سازشوں کا جال بچھا کر انگریز نے اپنی حالت کو مستحکم کیا، اور نگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور بہت سے علاقوں پر انگریز قابض ہو گیا اور اپنی سازشوں کو وسیع کرتے ہوئے بیگال اور میسور کی طرف بڑھا۔ میر جعفر کی خداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۷۷ء میں نواب سراج الدولہ اور میر صادق خدار کو ساتھ ملا کر حیدر علی کے بیٹے فتح علی سلطان ٹیپو کو شہید کر کے اپنا تسلط جمایا حتیٰ کہ ۱۸۲۳ء میں سندھ پر حکومت کی، بھر پنجاب کی طرف بڑھا اور ۱۸۵۷ء تک پورے جنوبی ایشیا پر حکومت کر لی، جو سوداگر بن کر آئے تھے اب پورے ہندستان اور جنوبی ایشیا پر قابض ہو چکے تھے۔ ان حالات میں آزادی کا تصور کسی کے حاشیہ خیال میں نہ تھا۔ سات سمندر پار آنے والے گورے نے یہ نیڑہ لگایا کہ آج سے ہندوستان ہمارا ہے بلکہ تکبر و غرور میں ایک گورے نے یوں کہا ”اگر آسمان بھی اس پر گرنا چاہے تو ہم

اسے اپنے سینگوں کی نوک پر روک لیں گے، لیکن لیکن لیکن فرعون موسیٰ کے تحت ۲۸۱ء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور آپ کا خاندان اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے میدان میں آئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے انگریز کے خلاف فتویٰ دیا کہ مسلمان اب دارالحرب میں ہیں۔ یہ حقیقت میں جنگ آزادی کا پہلا نعرہ تھا۔ چلتے چلتے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قیادت میں اہل حق کا قافلہ دہلی سے تاجکستان کے راستے سے ہوتا ہوا سندھ میں داخل ہوا اور کوئٹہ چمن کے راستے سے افغانستان پہنچا وہاں قندھار کے جانبازوں کو ہمراہ لے کر یہی لوگ پشاور اور بالاکوٹ کی وادیوں میں نعرہ آزادی بلند کرتے ہیں لیکن چند غداروں کی غداری کی وجہ سے ۱۸۳۰ء میں ان سپہ سالاروں کو خاک و نمون میں تڑپا دیا گیا اور آزادی کی شمع گل ہو کر رہ گئی۔ لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہیں بیتا تھا کہ ۱۸۵۷ء میں علماء اہل حق کی کوششوں سے مسلم امہ پوری طرح بیدار ہو چکی تھی۔ انگریز کے خلاف نفرت و بغض کا جذبہ کھولتے ہوئے پانی کی طرح اہل رہا تھا اور انگریز ظالم نے مسلمانوں کو ہر طرح سے کمزور کرنے کی کوشش کی ہوئی تھی بالخصوص گورنر جنرل لا رڈ ڈیہوزی کی چالاکیاں بڑھتی جا رہی تھیں حتیٰ کہ انھوں نے مذہبی معاملات میں بھی مداخلت شروع کر دی تھی۔ بالآخر میرٹھ سے جنگ کے شعلے بھڑکے اور پورے جنوبی ایشیاء میں پھیل گئے۔ علماء حق علم حریت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، تھانہ بھون کی بستی میں علماء کرام جمع ہوئے کہ انگریز کو کس طرح یہاں سے نکالا جائے اس موقع پر ایک بزرگ یوں گویا ہوئے کہ انگریز سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ان کی بات سنتے ہوئے ایک ستائیں سالہ نوجوان جذبہ جہاد سے سرشار مولا نامہ قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تڑپ کر بولے ”کیا ہم بدر میں لڑنے والوں سے بھی زیادہ بے سرو سامان ہیں“ تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کو امام اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سپہ سالار اور مولا نار شید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی مقرر کر کے مولا نامیر نانوتوی اور حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کو افواج کے دو حصوں کا افسر متعین کر کے جہاد کی کارروائیاں شروع کر دی گئیں۔ لیکن اسباب و وسائل کی قلت اور سکھوں کی مخالفت کی وجہ سے انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے ان اہل حق کی کوششیں کامیابی کو نہ چھو سکیں اور پھر انگریز کی ظلم کی چکیاں ان پر مزید تیزتر ہو گئیں۔

انگریز نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نظریاتی طور پر مسلم امہ کو اپناغلام بنانے کے لیے ایسے

لگ تیار کیے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر انگریز کے نظریات کی ترویج کریں اور مرتضیٰ اعلام احمد قادریانی، سر سید احمد خان جیسے لوگوں کو تیار کیا جنہوں نے جہاد کی تنفس کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ قافلہ اہل حق کو غدار قرار دیا اور قولًا عملاً انگریز کے نظریات کی اشاعت کی۔ حتیٰ کہ لارڈ میکالے نے نعرہ لگایا کہ ”ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں اور ذہن و دماغ کے اعتبار سے انگلستانی ہوں۔“ مسلمانوں پر یہ بڑا سخت وقت تھا کہ ان کو محض اسلام سے والستگی کی سزا دی جائی تھی۔ کہیں پر کالا پانی، کہیں پر کال کوٹھڑیاں کھول دی گئیں۔ علماء اہل حق نے نظریاتی محدثات کی حفاظت کرتے ہوئے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے غلبہ اسلام کا بیڑا اٹھایا اور مولانا محمد قاسم نانوتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۶۷ء کو یوپی کے علاقے دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور یہ اعلان کیا ”ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں اور ذہن و دماغ کے اعتبار سے اسلامی ہوں“ اور انہار کے درخت کے نیچے بیٹھ کر محمود نامی استاد نے محمود نامی شاگرد کو پہلا سبق پڑھایا۔ علماء اہل حق کی محنت سے مولانا محمد قاسم نانوتی کا لگایا ہوا پودا انگریز کے خلاف بہت بڑا محاذ ثابت ہوا اور ایسا تناور درخت بننا چلا گیا جس کے پھلوں سے پورے بر صغیر میں بستی بستی اسلام سے لوگوں کا رشتہ مضبوط ہو گیا تھی کہ پہلا پہلا طالب علم جو بعد میں شیخ ہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئے انہوں نے انگریزوں کو بر صغیر سے نکالنے کے لیے باقاعدہ تحریک رشمنی رومال چلا کر کارروائیاں شروع کیں۔ جب یہ مکہ میں پہنچے تو سلطنت عثمانیہ کے تاجدار چل کر آئے اور ملاقات کر کے یہ طے کیا کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم سے انگریز کا خاتمه کیا جائے۔

ان اکابر کی محنت سے انگریز کی حکومت کمزور اور ہندوستان میں آزادی کی تحریک شروع ہو چکی تھی جن میں ایک مسلم لیگ کے نام سے تحریک تھی جبکہ دوسری طرف کا انگریز سیاسی جماعت بھی تھی جو تمام اقوام کی نمائندگی کی دعویدار تھی۔ ۱۹۱۵ء میں لکھنؤ کے مقام پر مسلم لیگ اور کا انگریز کامشنٹ کے اجلاس ہوا جس کے فیصلے کو میثاق لکھنؤ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مسلم لیگ دو قومی نظریے کی حامل تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان میں دو قومیں یعنی مسلم اور کفار اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ہم علیحدہ ملک بنائیں گے جس میں مسلمان آزادی سے اپنے دین پر چلیں گے۔ ان کی قیادت جناب مسٹر محمد علی جناح، لیاقت علی خان، نواب سلیم اللہ،



خواجہ ناظم الدین اور وغیرہ دیگر حضرات کر رہے تھے جن کی اکثریت دینی زندگی سے عاری تھی۔ صرف روایتی مسلمان تھے اسلام کے تقدس اور اس کی اہمیت و قیمت سے واقف نہ تھے۔ جب ان حضرات نے نعرہ لگایا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُوَلُّوْگَ حِيرَان تھے جن کی اپنی شکل و صورت اور بودو باش اسلامی نہیں وہ اسلام کے دعویدار کیسے ہیں؟ چنانچہ مذہب کے راستے مسلمانوں کی حمایت اور مقبولیت حاصل کرنے کے لیے لیگی رہنماؤں نے علماء کو ساتھ ملایا، بالآخر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے متولین نے ان کی حمایت کا اعلان کیا تو اب تحریک آزادی و تقسیم ہند کو عروج ملا۔ آگے علماء ہوئے پیچھے یہ لوگ توعوم الناس میں مقبولیت ملی اور یہ تحریک زور پکڑتی گئی۔ حتیٰ کہ ۱۹۲۵ء میں جمعیت علماء اسلام کے نام پر ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی گئی جس نے تحریک کو مزید تیز کیا۔

جناب محمد علی جناح جو سیاست کو مذہب سے الگ رکھنے پر مصر تھے حضرت تھانوی اور ان کے د佛 مشاً مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ملاقاتیں کیں اور ان سے منوایا کہ سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔ (تعییر پاکستان و علماء ربانی ص: ۳۸) یہ تمام حضرات دراصل اسی زنجیر کی کڑی ہیں جس میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، حاجی امداد اللہ کمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل تھے۔ علماء کے فیصلے سے برصغیر کے طول و عرض میں یہ نعرہ گونجنے لگا "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" اور وہ شخص جس کے سوٹ بوٹ پر انگریز رشک کرتے تھے ٹوپی شیر و افی اور شلوار قمیص میں ملبوس نظر آنے لگا۔ (بے تفعیل سپاہی ۳۵۹ - ۳۱۳) ان علماء نے ملک بھر میں طوفانی دورے کیے جن کی وجہ سے مسلم لیگ کو ایک نمائندہ جماعت تسلیم کیا گیا ۱۹۲۶ء کے ریفرنڈم میں توقع سے زیادہ کامیاب حاصل ہوئی۔ انہی علمائے حق کی انتخک مختوق اور قربانیوں سے ۱۹۲۷ء کو پاکستان کا خواب شرمندہ تعییر ہوا۔ مغربی پاکستان کراچی میں سب سے پہلے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مشرقی پاکستان ڈھا کہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پرچم کشانی کی جوان علماء کرام کی پر خلوص قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ قیام

پاکستان کے بعد مبارکبادی کے لیے مولانا ناصر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی قیادت میں ایک وفد بانی پاکستان جناب محمد علی جناح کے پاس پہنچا تو انہوں نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور کہا حضرات مبارکباد کے مستحق حقیقت میں آپ لوگ ہیں۔ اگر آپ کی کاؤشیں اور محنتیں نہ ہوتیں تو کبھی پاکستان وجود میں نہ آتا۔ حتیٰ کہ ایک سال کے بعد جب ۱۱ ستمبر ۱۹۷۸ء کو بانی پاکستان محمد علی جناح کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ بھی علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ ان عاملین قرآن و سنت نے ایسے سینہ پر ہو کر میدان میں اتر کر قربانیاں دیں جس نے تاریخ کے دھاروں کے رخ موڑ دیے اور اپنی حق گوئی اور بے باکی، جانبازی و جانشنازی سے وہ تاریخ رقم کی جو ہوتی دنیا تک مشعل را ثابت ہو گی۔

سوال کیا جاتا ہے کہ علماء دیوبند سے تعلق رکھنے والے حضرات پاکستان کے وجود کے مخالف تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ علماء دیوبند میں سے بعض حضرات بالخصوص شیخ العرب والجعجم مولانا سید حسین احمد مدینی، مولانا حفظ الرحمن سیوطہ راوی رحمۃ اللہ علیہ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسلم عوام کی اخلاقی حالت سے مطمئن نہ تھے اور یہ کہتے تھے کہ مسلمانوں میں ابھی ایک مملکت کو اسلامی حیثیت سے چلانے کی استعداد پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن رہنمای جب اپنی ذاتی زندگیوں میں اسلام نافذ نہیں کر سکے تو اجتماعی زندگی میں اسلامی قانون کا نفاذ کیسے ہو گا؟ اور بعد میں پیش آنے والے واقعات نے ان حضرات کے موقف کی تائید بھی کروی ہے۔ یہ حضرات اسلامی مملکت کے قیام کے ہر گز ہرگز مخالف نہ تھے یہ تو ایسا پاکیزہ مقصد ہے کہ کسی ادنی سے مسلمان کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دیانت داری سے یہ سمجھتے تھے کہ جن حضرات کے ہاتھ میں مطالبه پاکستان کی نکیل ہے کیا وہ واقعیۃ اسلامی حکومت قائم کر سکیں گے؟ اس کے لیے جس جرأۃ، للہیت، تقویٰ و اخلاص، علم و فضل، عقیدہ و عمل اور عزیمت و قربانی کی ضرورت ہے وہ چونکہ ان حضرات میں مفقود ہے اس لیے تقسیم ہند کے نتیجہ میں ایک خطہ تو ضرور مل جائے گا مگر اس میں احکام الہیہ اور شریعت محمدیہ کا اجراء نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء کو اردو پارک دہلی میں مجلس احرار اسلام کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں پانچ لاکھ کے قریب لوگ جمع تھے۔ یہ دہلی کی تاریخ کا منفرد اجتماع تھا جس میں استیج پر مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ مولانا حسین احمد مدینی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حفظ الرحمن سیوطہ راوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا جبیب

الرحمن لدھیانوی رحیمیہ، ماسٹر تاج الدین انصاری رحیمیہ اور شیخ حسام الدین رحیمیہ جیسے حضرات موجود تھے۔

حضرت امیر شریعت رحیمیہ نے اپنے مخصوص انداز سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

”اس وقت تقسیم ہند کی باتیں چل رہی ہیں قطع نظر اس کے کہ اس کا انجمام کیا ہوگا مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صحیح سورج مشرق سے طلوع ہوگا لیکن یاد رکھو یہ وہ پاکستان نہیں ہوگا جو دس کروڑ مسلمانوں ہند کے ذہن میں ہے ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ کوئی آج مجھے اس بات کا یقین دلا دے کہ کل کو اس کی کسی ایک گلی میں بھی شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونیوالا ہے تو رب کعبہ کی قسم میں آج ہی اپنا مشن تبدیل کرنے کو تیار ہوں“ (روزنامہ الجمیعیت دہلی)۔

جہاں تک مسلمانوں سے محبت اور ان کی حفاظت کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے جب اکالی لیڈر ماسٹر تاراسنگھ نے تلوار گھما کر مسلمانوں کو خون کی ندیاں بہانے کی دھمکی دی تو حضرت امیر شریعت نے فرمایا:

”او ما ستر جی! ہوش کے ناخن لو! کیا کہتے ہو؟ جس قوم کے فرزندخون کے سمندر میں تیرتے ہوں تیری نہیں منی ندیوں سے نہیں ڈرتے“ پھر فرمایا ”مسٹر محمد علی جناح رحیمیہ کے مقابلے میں تاراسنگھ کی تلوار اٹھے گی تو اس کے مقابلے میں پہلے بخاری آئے گا“ (فرمودات امیر شریعت، ص: ۵۷) یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کو ان حضرات نے برسو چشم تسلیم کیا بلکہ اسے مسجد کی حیثیت دے کر اس کے قدس کو اجاجگر کیا اور پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے تحفظ کو مسلمانوں کا ملی فریضہ قرار دیا۔ ایک موقع پر شاہ جی نے فرمایا:

”تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نہ دو، میری رائے ہار گئی اور اس کہانی کو یہیں دفن کر دو۔ اب پاکستان نے جب بھی پکارا اللہ! باللہ! میں اس کے ذرے ذرے کی حفاظت کروں گا۔ الغرض یہ صرف رائے کا اختلاف تھا، یہ حضرات فرماتے تھے تھوڑی ہمت اور کر لیں انگریز دم توڑ چکا ہے اور پورے بر صغیر کی آزادی ہو ضرر کو دفع کرنا منفعت حاصل کرنے سے پہلے ضروری ہے اگر آگ لگ جائے تو پہلے آگ بجھائیے پھر اپنی زمینوں کو تقسیم کیجئے۔ اگر آپ مریض ہیں تو پہلے مرض کو دفع کیجئے پھر تقویت کی فکر کیجئے گا (ملتویات شیخ الاسلام، ص: ۱۰۶)

## طلباً دین برکتوں کا ذریعہ ہیں

مفتی شعیب احمد

جامعہ دارالتقویٰ - لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

”عن انس رضی اللہ عنہ قال کان اخوان علی عهد النبی ﷺ فکان احدهما یاقی النبی ﷺ والآخر بحترف فشکی المحترف اخاہ النبی ﷺ فقال لعلک ترزق به۔“ (مشکاة المصائب، باب التوکل والصبر)

ترجمہ: ”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانہ میں دو بھائی تھے۔ جن میں سے ایک آپ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا اور دوسرا اپنا پیشہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کام کرنے والے نے اپنے بھائی کی حضور ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے جواب فرمایا: ”کیا خبر تجھے بھی اُس کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہو۔“

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

تقسیم کار کا اصول

پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ عہد رسالت میں بھی دینی اور دنیاوی مصروفیات کے اعتبار سے تقسیم کار تھی۔ یہ نہیں تھا کہ سارا معاشرہ دینی مصروفیات میں کل وقت مصروف ہو جائے بلکہ بعض لوگ اپنے کام کا ج بھی دیکھتے تھے۔ انصارِ مذہب اکثر کھیتی باڑی کرتے تھے اور مہاجرین اکثر تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی لیے



قرآن کریم نے کہا:

{فَلَوْلَا نَفِرْ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ} (النور ۱۲۲)

یعنی ہر جماعت میں سے ایک مخصوص جماعت اور ہر طبقہ میں سے ایک مخصوص طبقہ دین سیکھنے کے لیے مختص ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر سارے اس کام میں لگ جائیں گے تو معاشرے کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ اور علم میں لگنا ہر آدمی کے مزاج اور بس کی بات بھی نہیں ہوتی۔

اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص مزان اور طبیعتیں بنائی ہوتی ہیں، وہی اس پر چل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم دو بچوں کو مدرسہ یا سکول میں پڑھاتے ہیں ایک بہت آگے نکل جاتا ہے جبکہ دوسرا بمشکل ابتدائی درجے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا مزاج الگ بنایا ہے ایک اور کام کے لیے اور دوسرا دوسرے کام کے لیے ہے۔

”پنج انگشت را خدا یک سوانہ کردا“

”خانے پانچ انگلیوں کو یکساں نہیں بنایا“

### دین سیکھنے کے لیے اوقات مخصوص کرنا

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی لوگ اپنے اوقات دین سیکھنے کے لیے فارغ کیا کرتے تھے۔ یعنی کچھ لوگ دین سیکھنے کے لیے مختص ہو جایا کرتے تھے۔ جیسے دو بھائی ہیں تو ان میں سے ایک آپ ﷺ کی مجلس میں آنے لگا جبکہ دوسرا اپنا کام کا ج نمٹتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان کے معاملات مشترک کے تھے جیسے آج کل ہمارے ہاں مشترکہ خاندانی سلسلہ (Joint Family System) ہوتا ہے۔ وہاں بھی بظاہر ایسا ہی تھا۔ چنانچہ پڑھنے والے بھائی کے گھر بار کے خرچ بھی دوسرے بھائی کو اٹھانے پڑتے تھے اور ادھرا سے دینی و علمی مصروفیت اتنی ہوتی تھی کہ اس کے پاس جانے کا وقت نہیں ہوتا تھا کہ وہ بھی جا کر کارخانہ میں وقت دے یا دکان پر بیٹھے یا کھینچی باڑی میں قابل شمار تعاون کرے۔ اس کا زیادہ وقت دین سیکھنے سکھانے میں لگ جاتا تھا، جبکہ تو دوسرے بھائی نے شکایت کی۔



اگر وہ جزوی (Part Time) دین سمجھتا اور باقی وقت دنیا کا کام کرتا تو پھر بظاہر شکایت نہ ہوتی۔ شکایت اسی وجہ سے ہوتی کہ وہ دکان پر یا کارخانہ پر وقت نہیں دیتا بلکہ پڑھنے پڑھانے میں ہی لگا رہتا تھا۔

### کیا طالب علم بیکار ہیں؟

تیری بات یہ معلوم ہوتی کہ طالب علم کے بارے میں اس طرح کی سوچ کا آجانا ایک فطری سی بات ہے، آہی جاتی ہے کیونکہ وہ تدرست و توانا ہے، جو ان ہے مگر کام نہیں کر رہا۔ اور جو کام وہ کر رہا ہے یعنی دین کا پڑھنا پڑھانا اس سے دنیاوی فائدہ نہیں مل رہا۔ نہ فی الحال مل رہا ہے اور نہ مستقبل میں توقع ہے۔ لہذا ایک صحابی نے دوسرے کی شکایت کی تو یہ کوئی انہوں نہیں ہے۔ اس طرح کی سوچ آج کل ہمارے ہاں بھی آجاتی ہے۔

ایک بھائی دینی کام میں لگا ہوتا ہے دوسرے بھائی یا گھروالے اس کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ اسے کوئی کام بھی کرنا چاہیے۔ گویا کام والے بھائی کی شکایت ہمارے ہاں بھی پائی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے شکایت کرنے والے بھائی کو جو جواب ارشاد فرمایا، وہ ہمارے سننے کا ہے۔ اس میں ہمارے بہت سے سوالوں کا جواب ہے۔

آپ ﷺ نے اس بھائی کو بلا کر یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی دکان پر چلے جایا کرو اور کچھ وقت دین سیکھ لیا کرو۔ مل جل کر کام کر لیا کرو۔ ایسا نہیں فرمایا بلکہ اس شکایت کرنے والے کی سوچ اور فکر کی اصلاح فرمائی۔ کیونکہ جو بھائی دین سیکھ رہا تھا وہ بھی ضروری کام میں لگا ہوا تھا، دین کا سیکھنا ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اور علم کے لیے وقت دینا پڑتا ہے۔ بغیر وقت دیے علم نہیں آتا۔ چاہے صحابہ کا دور ہو یا آج کا زمانہ ہو علم کے لیے محنت تو کرنی پڑتی ہے۔ جان کھپانی پڑتی ہے۔

**”العلم لا يعطيك بعضه حتى تعطيه كلک“**

”علم پر اپنا سب کچھ پھا در کرو گے تو علم اپنا کچھ حصہ تمہیں دے گا۔“

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم کام کرنے جاؤ بلکہ اس شکایت کرنے والے سے فرمایا کہ



میاں! تو اس طرح سوچ کر رزقِ تعالیٰ کے خزانوں سے آتا ہے اور رزق کا تعلقِ محنت اور کار و بار سے نہیں ہے۔ یہ تو بہانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عطاے پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ یہ پردے اسباب کے پردے ہیں۔ تو یہ سمجھتا ہے کہ تو اپنے ہاتھ سے کما کر اس کو کھلاتا ہے۔ تجھے کیا خبر! کہ وہ جو سارا دن دین کا کام کرتا ہے، علم پڑھتا پڑھاتا ہے اللہ تیرے ذریعے اس کی روزی بھیجتے ہوں۔ اللہ کی بھیجی ہوئی روزی تجھے بھی مل جاتی ہو اور اس تک بھی پہنچ جاتی ہو۔

تجھے یہ کس نے کہہ دیا کہ تو کما کر کھلاتا ہے۔ اپنے ذہن میں آئی ہوئی اس بات کو نکالو کیونکہ طالبِ علمِ اللہ کے کام کے لئے وقف ہو چکا ہے۔ اور جو جس کے کام میں لگتا ہے وہ اس کی روزی کا خیال رکھتا ہے۔ اگر ہم کسی کو اپنے کام میں مشغول کریں اور کھانے کا وقت آجائے تو ہمیں خیال ہوتا ہے کہ ہم نے اس کو کھانا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے دین کے لیے مختص کریں اور روزی کا بندوبست بھی نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔ لیکن دنیا چونکہ دارالاسباب ہے۔ اللہ کا نظامِ قدرت اسباب کے پردوں میں کارفرما ہوتا ہے اس لیے یہ تو نہ ہو گا کہ آسمان سے دستِ خوان اترا کریں کہ یہ دین کا کام کرنے والوں کے لیے کھانا آرہا ہے۔ رزق آئے گا تو اسباب کے ہی راستے سے لیکن اس کے پیچے کس کا مقدر کس کے ذریعے سے بھیجا جا رہا ہے! یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے تم اسے نہیں جانتے۔ تم یہی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اس کی برکت سے پال رہا ہے۔

### ہمارے سکھنے کا سبق

یہ قصہ توحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے دو بھائیوں کا ہے۔ آج بھی بہت سے خاندانوں میں ایسے بھائی ہوتے ہیں جو دین کے کام میں لگ جاتے ہیں اور کچھ بھائی دنیا کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ خاندان سے آگے بڑھ کر دیکھیں تو قومی سطح پر بھی مختلف بھائی ہیں یعنی کچھ قوم کے بیٹے ایسے ہیں جو دنیا کے دھندوں میں لگ گئے، معاش میں مشغول ہو گئے، تجارت میں چلے گئے یا ڈاکٹر، انجینئر بن گئے۔ جبکہ قوم کے کچھ بچے ایسے ہیں کہ جو دینی مدرسوں میں چلے جاتے ہیں۔

قرآن و حدیث سکھتے ہیں، دینی علوم سکھتے ہیں۔ ظاہر ہے ان علوم سے دنیا تو نہیں آتی۔ جو کمائی

تاجر اور ملازم کر کے لائے گا ظاہر ہے وہ عالم تو نہیں لائے گا۔ اس قسم کی کمائی حافظ کہاں سے لائے گا!!! ان سے یہ توقع باندھی جائے کہ یہ بھی اس طرح دنیا کما کر لائیں گے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور کے دور میں کوئی اصحاب صفت سے یہی توقع باندھتا کہ وہ دنیا کما نہیں گے۔ انہوں نے نہ دنیا کمائی تھی نہ کمائی۔ ان کا کام ہی یہ ہے کہ قوم کے اجتماعی فریضہ کو اپنے ذمہ لے لیں۔

جیسے وہاں ایک بھائی کام کرتا تھا تو اسے اللہ تعالیٰ دین پڑھنے والے بھائی کی وجہ سے برکتوں سے بھردیتے تھے تو اسی طرح اگر ہمارا کچھ طبقہ دین پڑھنے پڑھانے میں لگا ہوا ہے تو ہمیں قومی سطح پر بھی اسے غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اور اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اور یہ سوچنا چاہیے کہ کیا خبر! ہمیں اللہ تعالیٰ انہی کی برکت سے روزی دے رہا ہو۔

ہمارا نظام جیسا کیسا بھی چل رہا ہے کیا خیر یہ انھی مکاتب اور مدرسون میں پڑھنے والوں کی برکت ہو۔ جو اللہ کا قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں، انھی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہماری طرف متوجہ ہوتی ہوں۔ اس لیے اس فرمان نبوی کی روشنی میں سوچ کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور بجائے اس کے کہ ان پر تنقید کریں اور انہیں بیکار سمجھیں یا انہیں دین کی خالص خدمتیں چھوڑ کر بازار کے راستے دکھائیں، ہمیں ان کے معاش کی فکر اور ضروریات کی کفالت کرنی چاہیے اور اسے ایک سعادت سمجھنا چاہیے۔ طلبہ کی خدمت سے رزق میں کمی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ برکتوں سے بھردیتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

## اصحابی كالنجوم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہو گا تو میری طرف وی کی گئی کہ اے محمد ﷺ! تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں ان میں سے کوئی کو اختیار کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں ان میں سے کس کی پیروی کرو گے ہدایت پاوے گے۔ (مشکوہ)



## تبصرہ کتب

نام کتاب: الاصول المنيفة، للامام ابی حنفیة

مطبوعہ: مکتبہ زمزم کراچی

صفحات: 172

تألیف: مولانا حسن عبدالشکور صاحب

تبصرہ نگار: مفتی محمد اسماء صاحب

سراج الامۃ امام الائمه و امام المتكلمين امام ابو حنفیہ نعمن بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات: 150ھ) کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، علم کلام و عقائد اور فقہ اسلامی کی تابندہ شخصیت ہیں، فقہ اسلامی کی سب سے پہلے تدوین کا سہرا آپ ہی کے سر ہے، آپ نے عقائد کے باب میں اپنے اصحاب کو بصورتِ املاء جو کچھ ضبط کروایا تھا وہ درج ذیل رسائل کی صورت میں محفوظ اور اامت کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

1:- الفقه الاکبر۔ بروایت ابی مطعیہ بلخی

2:- الوصیۃ والرسالۃ۔ بروایت امام ابو یوسف، جو عثمان بتی کی جانب ارسال فرمایا تھا۔

3:- العالم والمتعلم۔ بروایت مقاتل بن حفص سمرقدی، عقائد کے موضوع پر کسی مجتہد کے قلم سے سب سے قدیم ترین تحریر بھی رسائل ہیں۔ ان رسائل کی عبارات کو گیارہویں صدی ھجری کے ماہ ناز میں محقق عالم علامہ قاضی کمال الدین بیاضی رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات: 1098ھ) نے ایک مقدمے، تین ابواب اور



ایک خاتمے میں اس طرح جمع کیا ہے کہ موضوع کے مناسب ابواب باندھے اور اس باب سے متعلق بکھری ہوئی عبارات کو ایک جگہ اکھٹا کر دیا اور اگر کوئی مسئلہ ان رسائل میں مکرر تھا تو اس تکرار کی تہذیب کر دی اور اس طرح اہل سنت و جماعت کے عقائد کا مجموعہ موب مرتباً کتاب کی صورت میں اس طرح تیار کر دیا ہے جس کی تمام نصوص امام ابوحنیفہؓ کی املاع کروائی ہوئی ہیں البتہ اتنی تبدیلی ضرور کی ہے کہ امام ابوحنیفہؓ کی مسانید سے اقاد سے متعلقہ احادیث کو بھی موقع بمو قلع نقل کر دیا ہے، جس کی وجہ سے تحریر کی چاشنی اور استدلال کی قوت میں اضافہ ہو گیا ہے یہی مجموعہ "الاصول المنيفة للامام ابوحنیفۃ" ہے بعد ازاں علامہ بیاضی نے خود ہی اس کتاب کی ابتداء سے تقریباً ایک لشکھے کی شرح بھی لکھی تھی جس کا نام "اشارات المرام من عبارات الامام" ہے جس میں علم الکلام کے شہرہ آفاق مسائل اور دقاائق پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے، پیش آمدہ شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کیا ہے، یہ کتاب کوئی پون صدی قبل شیخ عبدالرزاق یوسف صاحب کی تحقیق اور علامہ زاہد الکوثری کی تقدیم سے 1949ء میں، مصر سے چھپی تھی، مگر اس کا "الاصول المنيفة" نامی خالص متن ابھی تک علیحدہ سے زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا تھا یہ قیمتی متن تو پہلی مرتبہ دونا در مخطوطات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے اور شرح تقریباً چار معتبر نسخوں کی مدد سے مرتب کی گئی ہے، ہمارے لئے مسرت کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں کتابتیں مولانا احسن عبدالشکور صاحب کی تحقیق سے زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں جو محمد العصر حضرت مولانا عبدالحیم چشتی صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور ہمارے ادارے کے شعبہ تخصص فی علوم الحدیث کے ذمہ دار ہیں، زیر تبصرہ کتاب، علم العقائد سے شغف رکھنے والے طلباء کے لیے انتہائی قیمتی تخفہ ہے اور کلامی مباحث سے خالی ہونے کی وجہ سے بعض مدارس کے اساتذہ نے اپنے ہاں درجہ ثالثہ میں داخل نصاب بھی فرمایا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ باقی اہل مدارس بھی مشورے سے کسی ابتدائی درجے کے نصاب میں شامل فرمائیں۔

کتاب کی چھپائی انتہائی معیاری ہے، کریم پیپر پر دورنگہ چھپائی نے کتاب کے ظاہری حسن کو بھی

چار چاند لگادیے ہیں۔



## آپ کے مسائل اور ان کا حل

دارالافتاء والتحقیق

### محرم کے موقع پر کالے کپڑے پہننا

**سوال:** محروم الحرام میں کالے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ محرم میں چونکہ شیعہ کالے کپڑے سوگ اور غم کے طور پر پہننے ہیں اس لیے ان کی مشابہت ہے۔ ہمارے ایک مدرسہ ہے وہاں کے لوگ طلبہ کے بارے میں محروم کے دنوں میں خاص اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ کوئی طالب علم کالے کپڑے پہنن کرنہ آئے۔

**جواب:** محروم کے دنوں میں شیعوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کالے کپڑے پہننا جائز نہیں ہے، مدرسہ والوں کا یہ اہتمام درست ہے

### محرم میں نکاح کرنا

**سوال:** محرم میں نکاح کرنا جائز ہے؟ صحابہ کرام ﷺ کی عملی زندگی سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟

**جواب:** محروم الحرام کے مہینے میں نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں، دیگر مہینوں کی طرح اس ماہ مبارک میں بھی نکاح کرنا درست اور جائز ہے، بلکہ اس ماہ میں نکاح نہ کرنے کی رسم کو ختم کرنے کے لیے نکاح کرنا موجب اجر ہوگا۔ اگر اس ماہ مبارک میں شہادتوں کی وجہ سے اس کو غم اور سوگ کا مہینہ قرار دے کر نکاح سے احتراز کیا جائے تو سال بھر میں کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں کسی عظیم شخصیت کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آیا ہو، اور اس بنا پر تمام مہینوں میں نکاح سے احتراز ناممکن بات ہے۔ اس لیے محروم الحرام میں بھی نکاح کرنا عام مہینوں کی طرح جائز ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا نکاح



سن 2 ہجری ماہ محرم الحرام میں ہوا تھا، سیرۃ لمصطفیٰ میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”اسی سال (یعنی سن 2 ہجری میں، اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کون سا تھا، ذوالحجہ، محرم یا صفر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمائی۔“ (سیرۃ لمصطفیٰ 2 / 171، ط: الطاف سنر)

بعض مؤرخین نے ماه محرم میں ہی نکاح کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ فقط اللہ اعلم

### اہل تشیع کی مجالس میں شرکت

**سوال:** شیعہ حضرات کی مجالس میں شرکت کرنے ان کے نوحہ سننے اور بذات خود پڑھنے اور محرم میں اپنے معمول کے طور پر کالے کپڑے زیب تن کیے جائیں تو کیا یہ ٹھیک ہے یا اس پر بھی من تبہ بقوم فھو منہم کا حکم لگایا جائے گا؟

**جواب:** (1) جو مجالس غیر شرعی امور پر مشتمل ہوں ان میں شرکت کرنا ناجائز ہے، نیز نوحہ پڑھنا اور سننا بھی شرعاً ناجائز ہے۔ (2) محرم الحرام کے مہینے میں سیاہ لباس پہنانا چوں کہ ایک خاص طبقہ کا شعار بن چکا ہے؛ اس لیے محرم کے مہینے میں سیاہ لباس پہنانا درست نہیں، خواہ اپنے معمول کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (9/22): ”من کثر سواد قوم فهو منههم، ومن رضى عمل قوم كان شريكاً في عمله“۔ ”الدیلمی عن ابن مسعود“

### قرآن پاک کے بوسیدہ اور اراق کا حکم

**سوال:** اگر کسی آدمی نے قرآن کریم کے بوسیدہ اور اراق دریا برداشت کر دیئے ہوں دراں حالیکہ دریا کا پانی عروج پر ہو۔ آیا اس سے قرآن کریم کی بے حرمتی لازم آتی ہے یا نہیں؟ مدلل جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ واضح رہے کہ یہ کاغذات دریا میں وزن کے ساتھ ڈالے تھے کہ جس سے وہ تیرنے کے بجائے نیچتے میں بیٹھ جائیں۔

**جواب:** قرآن پاک کے بوسیدہ اور اراق کے بارے میں بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ انہیں کسی



کپڑے میں لپیٹ کر ایسی جگہ فن کر دیا جائے جہاں لوگوں کے چلنے پھرنے یا نجاست وغیرہ پہنچنے کا امکان نہ ہو۔ اگر اس کے بجائے کسی بڑی نہر یا دریا میں بھی کسی وزنی چیز کے ساتھ ڈال دیئے تو بھی گنجائش ہے۔ اور یہ قرآن پاک کی بے ادبی شمارہ ہوگی۔

### کپڑے تبدیل کرنے میں سنت طریقہ

**سوال:** ہفتے میں کتنے بار کپڑے بدلا سنت ہے، نیز نبی ﷺ کی عادت مبارکہ کیا تھی؟ جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

**جواب:** صاف سترہے رہیں اور کپڑے بھی صاف رکھیں۔ کوئی حد بندی نہیں ہے۔

### کرسی پر بیٹھ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھنا

**سوال:** 1۔ ایک بھائی سے سنا ہے کہ کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر مثلاً دائنیں پاؤں کو باخیں ران پر رکھنا تکبر کی علامت ہے اس کی وضاحت فرمادیں۔

**جواب:** ایسی بات نہیں ہے۔

### کھانے پینے کے آداب اور کرسی میز پر کھانا کھانا

**سوال:** 1۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ 2۔ کھڑے ہو کر پانی پینا شریعت میں کیا درجہ رکھتا ہے؟ 3۔ کھانے کو جب وہ گرم وغیرہ ہو پھونک مار کر ٹھنڈا کرنے یا صاف کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ 4۔ میز اور کرسی پر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان تمام مسائل کے بارے میں حدیث یاد گیر باتوں کے حوالے سے مختلف طرح کی چیزوں سامنے آتی ہیں اس لیے اگر جواب میں ان تمام باتوں کا ملحوظ رکھا جائے بہت مہربانی ہوگی۔

**جواب:** 1۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مسنون ہے۔ 2۔ بلاعذر کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ 3۔ کھانے، پینے کی چیزوں کو پھونک کر ٹھنڈا کرنا یا صاف کرنا منوع ہے۔ 4۔ میز کرسی



پرکھانا کھانا خلاف سنت ہے۔

### گمشدہ چیز کے احکام

**سوال:**۔ عرض ہے کہ میں جس ادارے میں کام کرتا ہوں وہاں پر لوگوں میں ایک رسم ہے کہ اگر کسی بندے کی کوئی چیز گم ہو جائے مثلاً چابیاں، موبائل فون یا کوئی بندہ مشین پر کام کرنے نے آیا ہے اور اپنا کوئی اوزار وہاں بھول گیا ہے اور اگر اس کے ساتھی کو یا کسی اور بندے کو وہ گم شدہ اوزار مل جائے تو یا تو اسے واپس نہیں کیا جاتا یا پھر اس بندے کو کوئی جرمانہ کیا جاتا ہے۔ آپ سے مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب مطلوب ہے: 1۔ اگر کوئی گم شدہ چیز ملے تو کیا کیا جائے؟ 2۔ اگر گمشیدہ چیز کا مالک پوری کوشش کے ناموجود نہ ملے پھر کیا کیا جائے؟ 3۔ کیا کسی کی گم شدہ چیز کا استعمال جائز ہے؟ 4۔ جس کی کوئی چیز گم ہوئی ہو اس کو واپس اس شرط سے کرنا کہ اس سے کوئی چیز کھائی جائے یا کوئی جرمانہ وصول کیا جائے یہ جائز ہے؟

**جواب:**۔ گم شدہ چیز اگر ملے تو اس کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز ایسی ہو جس کو اس کا مالک تلاش کرے گا تو اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچانے کی نیت سے اٹھا لے اور اگر یہ خطرہ ہو کہ اگر میں نہ اٹھاؤں گا تو کوئی اور اٹھا کر اپنے استعمال میں لے آئے گا اور اصل مالک تک وہ چیز نہیں پہنچے گی تو پھر ایسی صورت میں اس چیز کا اٹھانا واجب ہے۔

پھر یہ چیز اٹھا لینے کے بعد اس کے مالک کو تلاش کرنا اور اس کو یہ چیز پہنچانا واجب ہے اور جس مالیت کی چیز ہو اس کے برابر مدت تک مالک کو تلاش کرنا ضروری ہے مثلاً ایک ہزار کا نوٹ یا اس کی مالیت کی کوئی شے ملے تو اندازاً تین مہینے تک مالک کو تلاش کرے کیونکہ مالک عام طور سے اتنی مدت تک تلاش میں رہتا ہے۔ اور مالک سے اس پر کوئی جرمانہ وصول کرنا یا کوئی اور شرط لگانا جائز نہیں۔ مالک کو بہت تلاش کرنے کے بعد جب بالکل مایوسی ہو جائے تو اب یہ چیز کسی مستحق زکوٰۃ کو دے دے خود نہ رکھے البتہ اگر خود بھی مستحق زکوٰۃ ہو تو پھر رکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی فقیر کو دیدینے یا فقیر ہونے کی وجہ سے خود استعمال کر لینے کے بعد اصل مالک مل گیا تو مالک اس چیز کی قیمت مانگ سکتا ہے اور اگر مالک خیرات کر لینے کو منظور کر لے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اس کو اس خیرات کا ثواب ملے گا۔



## لباس اور پرده

**سوال:- 1-** آج کل جو پا جامہ پینٹ کی شکل میں سلتا ہے تو کیا وہ پہننا جائز ہے؟ وہ ہوتا کھلا ہے یعنی اوپر سے بھی 12 انچ کا ہوتا ہے اور نیچے سے بھی 12 انچ کا لیکن ہوتا وہ پینٹ کی طرح کھلا ہے۔ کیا اس میں مردوں سے مشابہت ہے یا نہیں؟ اس کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

**2-** بچیوں کی دو پوینیاں کرنا درست ہے؟

**3-** بہو کی اگر اولاد نہ ہو تو اپنے خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد سر سے پرده ہے یا نہیں؟

**4-** اپنی بیٹی کے سر سے پرده ہے؟

**5-** اپنی بہو کے باپ سے پرده ہے؟

**6-** حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اس میں عورتوں کو جو تی پہننے سے منع کیا گیا ہے اور وہ مردوں سے مشابہت ہے۔ چنانچہ آج کل جو مرد سینڈل پہننے ہیں اس طرح عورتیں سینڈل پہن سکتی ہیں حالانکہ ڈیزائن مختلف ہوتے ہیں؟

**7-** اور اگر ڈیزائن بھی وہی ہو تو؟

**8-** مرد جو پیچی چل پہننے ہیں وہ عورتیں پہن سکتی ہیں؟

**9-** عورتوں کی بعض فیضی جو تیاں قیچی اسٹائل میں ہوتی ہیں کیا اس کے پہننے میں کوئی کراہت ہے؟

**جواب:- 1-** نئے نئے ڈیزائن کے بجائے نیک صالح عورتوں کا لباس اختیار کریں۔ 2- کوئی حرج نہیں۔ 3- نہیں۔ 4- ہے۔ 5- ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: ولا تحرم... ام زوجۃ الابن۔ (112/4) (معلوم ہوا کہ جب نکاح جائز ہے تو پرده بھی واجب ہے۔ اسی طرح بیٹی کے سر سے بھی۔ 6- پہن سکتی ہیں۔ 7- اگر مردوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہو تو احتراز کریں۔ 8- اگر وہ مردوں کے لیے مخصوص ہیں تو عورتیں ان سے احتراز کریں۔ 9- نہیں۔



جامعہ کا ایک مستحسن قدم

جامعہ کے زیر انتظام  
دارالتقوی



چھوٹی بچپوں کے لیے

# بیت التقوی

کا آغاز کیا جا رہا ہے

جس میں چھوٹی بچپوں کے لیے  
نا ظرہ فرقان | تجوید | اور دیگر بنیادی مسائل عقائد  
کی تعلیم دی جائے گی

اوقات کار: روزانہ دو پہر 2 تا 3:30 بجے

مرکزی دفتر

0333-4510090-212  
احمد بلاک، گارڈن ٹاؤن، لاہور



جامعہ دارالتقویٰ کے زیر اہتمام

# AL-TAQWA Boys High School



دینی ماحول میں معیاری عصری تعلیم

حافظت کیلئے منزل پر خصوصی توجہ



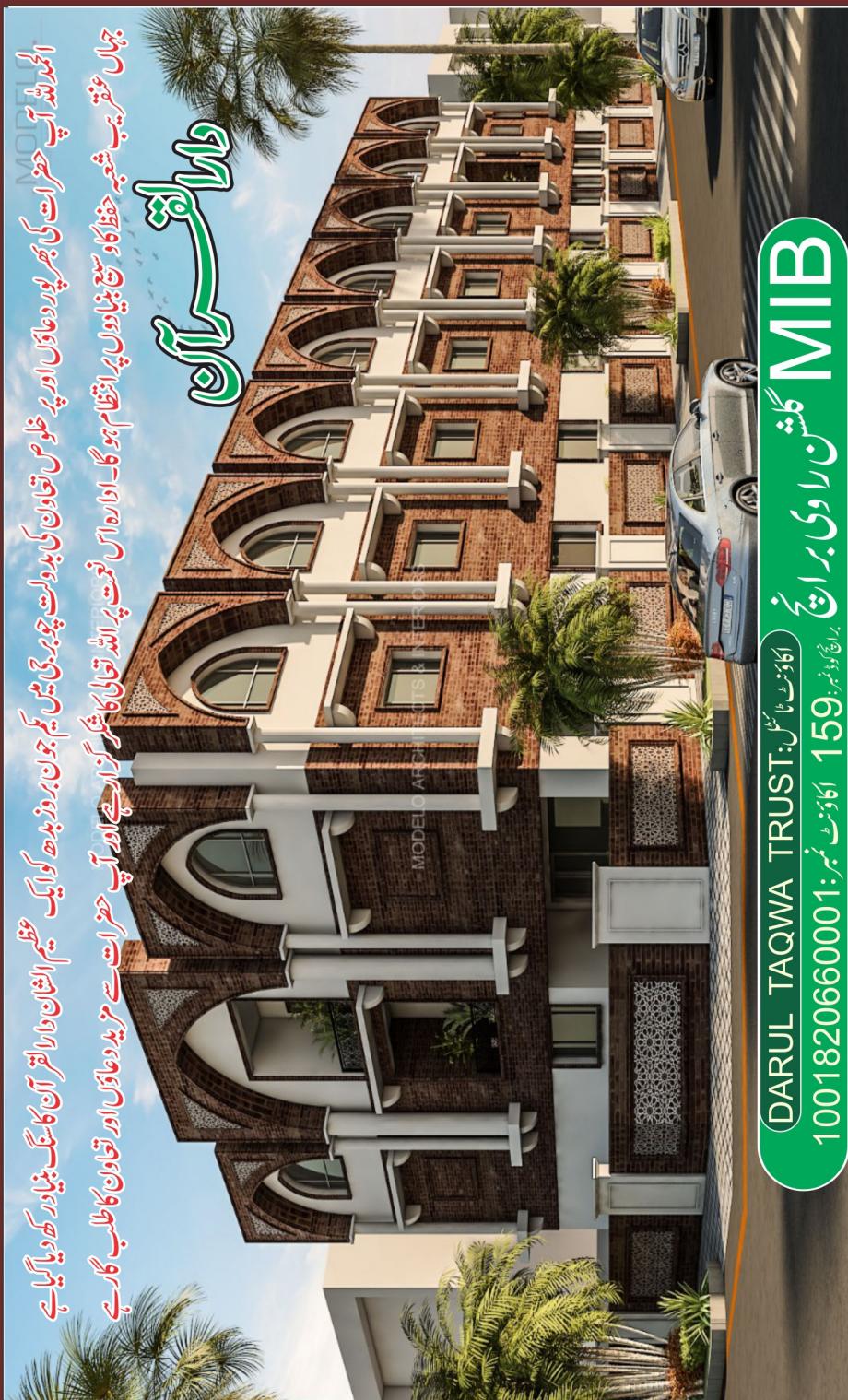
داخلے  
جاری ہیں

**6th to  
Matric**  
**English Medium**

« محدود دستیں  
« ایڈیشن فری

تعلیم و تربیت کا منفرد ادارہ

امحمد اللہ اپنے حضرات کی بھرپور عطاوں اور پر خلوس تعاون کی بدولت چوربی میں یک جو جان بروز بدھ کا ایک عینم اشنان دار اقران کا نگنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے



**MIB** میشن راوی برائے  
گلشن میشن: **DARUL TAQWA TRUST**  
بازار نمبر: ۱۵۹ آئندہ نمبر: ۰۰۱  
001820660001